جلد 21 شمارہ 8 ماہ اگست 2019ء ذی الحج 1440ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ فلاحِ آدمیت گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیت

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے
سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
راہ سلوک کی رکاوٹیں	خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ	1
روح کا مادی وجود تک کا سفر	قبلہ محمد صدیق ڈارؒ	9
نقوش مہر و وفا	سید رحمت اللہ شاہ	13
قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے خطوط	سید غلام محمد شاہ	19
نوائے عارف	ماجد محمود توحیدی	21
قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ	عزیز عارف	26
روزے کا مقصد	احمد رضا خان	34
قربانی کی تاریخی اہمیت اور اس کا پس منظر	مولانا مودودیؒ	41
پروردگار عالم سے رشتہ منقطع ہو جائے تو	امام ابن قیم الجوزیہ	44
مغربی تہذیب اور اسلام	عاتکہ سعید	47
کلمہ طیبہ کی فضیلت	فہد محمود بخاری	50
اخلاق حسنہ	محمد فیصل خان	53
سلسلہ توحیدیہ کا ماہانہ اجتماع	حافظ محمد یٰسین	60

راہِ سلوک کی رکاوٹیں

(حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ساتویں رکاوٹ: انسان جب کوئی اچھا کام کرتا ہے یا کوئی بڑا کارنامہ انجام دیتا ہے تو اس کو فطرتاً ایک گونہ خوشی محسوس ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو دوسروں سے قدرے ممتاز محسوس کرتا ہے۔اس جذبہ کو فخر کہتے ہیں۔فخر کا جذبہ ہر انسان میں فطرتاً ودیعت کیا گیا ہے اگر یہ جذبہ نہ ہوتا تو کوئی انسان بڑے بڑے کارنامے انجام نہ دے سکتا۔نہ مجبوروں اور محتاجوں کو مدد دیتا۔میں نے ایک چھوٹی سی آٹھ سال کی بچی کو دیکھا کہ ایک دن جب وہ سکول سے آئی تو بہت خوش تھی۔چہرہ تمتما رہا تھا اور بات بات میں کھلی جاتی تھی۔میں نے پوچھا آج کیا بات ہے بہت خوش نظر آتی ہو۔کہنے لگی آج میں نے ایک بہت ہی اچھا کام کیا ہے۔میرے پوچھنے پر بتایا کہ سکول سے چھٹی ملنے پر جب میں گھر آ رہی تھی تو چوراہے پر ایک عورت کو دیکھا جو بہت ہی بوڑھی' کمزور اور اندھی تھی۔اس کی بغل میں ایک گٹھڑی اور ہاتھ میں لاٹھی تھی۔بار بار سڑک کی طرف بڑھتی لیکن پھر واپس ہو جاتی۔میں نے پوچھا "اماں کیا بات ہے" کہنے لگی بیٹا سڑک کے پار جانا چاہتی ہوں مگر بھیڑ بہت ہے۔میں نے گٹھڑی ہاتھ میں لی اور لاٹھی پکڑ کر سڑک کے پار پہنچا دیا۔اس نے کہا بیٹا میرا گھر نزدیک ہی ہے اگر وہاں تک پہنچا دے تو بڑا احسان ہوگا اس پر میں نے اس کو اس کے گھر کے دروازے تک پہنچا دیا۔اس بڑھیا نے مجھے اتنی دعائیں دیں کہ آج تک کسی نے بھی نہیں دیں۔اسی وجہ سے آج میرا دل بہت خوش ہے۔

میں یہ سطور لکھ ہی چکا تھا کہ پوسٹ مین ڈاک لایا۔سب سے پہلا خط جو کھولا تو اس میں ہو بہو یہی مضمون تھا۔یہ خط حلقہ کے ایک دوست نے بھیجا تھا۔لکھا تھا کہ "آج ایک نیک کام کیا

جس سے دل بہت خوش ہوا۔میں سائیکل پر آ رہا تھا دور سے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی سفید پوش ایک ہاتھ میں سامان اٹھائے جا رہا ہے۔لیکن اٹھا نہیں پا تا۔کبھی ایک ہاتھ میں لیتا ہے کبھی دوسرے میں۔میں نے سائیکل روک لی۔سلام کیا۔سامان اٹھایا اور اسے منزل تک پہنچا دیا۔بڑی دعائیں دیتا تھا۔'' دیکھنے میں یہ بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن جن کو ان باتوں پر خوشی ہوتی ہے وہی بڑے بڑے کارنامے بھی انجام دیتے ہیں۔

فخر صرف نیک اور بڑے کاموں پر ہی نہیں ہوتا اور بھی بہت سی باتوں پر ہوتا ہے۔مثلاً ذات پات پر' اپنے وطن' قوم' قبیلے اور خاندان کی شرافت اور عزت پر یا اپنے خاندان کے کسی معزز اور مشہور آدمی پر۔مثلاً بنو ہاشم اس بات پر یقیناً فخر کر سکتے ہیں کہ ان کے خاندان میں حضور اکرم ﷺ پیدا ہوئے' یا سادات حضور اکرم ﷺ کی آل ہونے پر' یا ہم مسلمان سرورکائنات ﷺ کی اُمت ہونے پر' وغیرہ وغیرہ۔لیکن یاد رکھیے! یہ جذبہ اُسی وقت تک فخر کہلاتا ہے جب تک کہ احساس عزت و مسرت کی حدود میں رہے۔اس سے آگے بڑھتے ہی یہ بجائے خیر کے شر بن جاتا ہے۔مثلاً جب کوئی اپنے لباس' مکان' حسب نسب' منصب یا دولت پر اترانے اور شیخی مارنے لگے تو یہ فخر نہیں کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اگر تمہاری کوئی چیز تم سے چلی جائے تو اس پر رنج نہ کرو اور اگر تم کو کوئی اچھی شے میسر آ جائے تو اس پر اتراؤ نہیں اور شیخی نہ مارو۔اللہ شیخی خوروں اور اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اب اگر کوئی اترانے اور شیخی مارنے سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ جائے تو یہی کبر و غرور کہلائے گا جو بہت ہی بڑی بدی ہے۔شیطان کو اس کے کبر و غرور ہی نے قیامت تک کے لیے لعنت میں گرفتار کرایا ہے۔

فخر' اتراہٹ اور غرور میں یہ فرق ہے کہ فخر میں تو دل میں خوشی اور اللہ کے تشکر کا جذبہ ہوتا ہے' اتراہٹ میں اپنی نمود و نمائش منظور ہوتی ہے اور غرور میں اپنی برتری اور دوسروں کی

کمتری اور ذلت وحقارت کا خیال ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔غرور طاقت جسمانی' علم' حسن صورت' دولت' منصب' حسب نسب' عبادت اور روحانی طاقت وغیرہ پر پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ کم علمی' تنگ نظری اور فقدان غور وتفکر ہوتی ہے۔مغرور آدمی یہ سمجھتا ہے کہ جو چیز اس کے پاس ہے وہ اور کسی کے پاس نہیں۔اس لیے وہ اپنے آپ کو افضل وبرتر اور دوسروں کو حقیر وذلیل اور کمتر جانتا ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ وہ جس چیز پر غرور کرتا ہے اسی کے خیال میں مگن رہتا ہے۔یہ نہیں سوچتا کہ اس چیز کے علاوہ دنیا میں اور بھی بہت سی نعمتیں اور خوبیاں ہیں جو دوسروں کے پاس ہیں لیکن اس کے پاس نہیں ہیں۔مثال کے طور پر ایک پہلوان کو اپنی جسمانی طاقت پر غرور ہے اس کے ذہن میں کبھی یہ بات نہیں آتی کہ بلاشبہ میرے پاس جسمانی طاقت تو ہے لیکن نہ علم ہے' نہ دولت ہے' نہ جاہ ومنصب۔پھر میں صرف طاقت جسمانی پر کیوں غرور کروں۔یہی حال دوسروں کا ہے کہ ہر ایک کے پاس ایک دو چیزیں ہیں ان کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے اور بہ فرض محال کسی کے پاس اگر سب نعمتیں موجود ہوں تب بھی اس کو یہ غور کرنا چاہیے کہ یہی نعمتیں اس سے کہیں زیادہ دوسروں کے پاس موجود ہیں پھر غرور کس بات کا۔مگر یہ لوگ اس طرح کبھی نہیں سوچتے اگر کچھ دن اس انداز سے غور کریں تو بہت جلد اس بیماری سے نجات مل جائے۔

اب خاص طور پر ان لوگوں کا ذکر کروں گا جن کو اپنی روحانی طاقت پر غرور ہو جاتا ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ روحانی طاقت پر غرور ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کی طلب صادق نہیں ہوتی اور جو بے علم اور کم ظرف ہوتے ہیں اور جو جاہل اور ناقص صوفیوں کی بے سروپا روایات ہی کو حاصل تصوف اور کمال سلوک خیال کرتے ہیں اور محض اس مقصد سے بیعت ہوتے ہیں کہ جلدی سے فقیر بن کر لوگوں کو مرید کرنے لگیں اور ان سے نذرانہ وغیرہ لے کر عیش کریں۔ یہ بات ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتی کہ تصوف وسلوک کا مقصد ومنتہا ذات باری تعالیٰ کا قرب ومشاہدہ اور معرفت ہے اور اس منزل تک پہنچنے کے لیے بڑا وقت اور بے انتہا سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ان میں کئی آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو بیعت ہوئے اور ذکر وعبادت کرتے ہوئے

دو چار ماہ بھی نہیں گزرنے پاتے کہ ان کا پیمانہ چھلکنے لگتا ہے۔اب وہ لوگوں کو دکھانے اور ان پر رعب جمانے کے لیے جا و بے جا، موقعہ بے موقعہ ہر جگہ اپنی عبادت کا ذکر کرتے اور "اللہ ہو" کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں۔ یہ لوگ انتہائی طور پر جاہل ہوتے ہیں۔اس لیے ان کو سمجھانا اور راہ حق دکھانا بہت مشکل ہے۔ان کا شیخ تو چونکہ ہر وقت ان کے ساتھ نہیں رہتا اس لیے اصلاح نہیں کرسکتا۔ہاں البتہ ان کے پیر بھائی جو ان کے ساتھ رہتے ہیں یہ ان کا فرض ہے کہ ان کو سمجھائیں اور صحیح راستہ دکھائیں۔پھر اگر کوئی مان جائے تو سبحان اللہ۔ورنہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا اور قرآن کی اس آیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے صبر کر لینا چاہیے کہ "تمہارا کام صرف پہنچانا (صحیح تعلیم دینا) ہے ہدایت دینا یا گمراہ رکھنا اللہ کا کام ہے۔"

دوسرے گروہ میں وہ لوگ ہیں جو کہ عبادت و ذکر پوری کوشش سے جاری رکھتے ہیں حتی کہ ان میں جذب و حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔یہ وقت بہت نازک ہوتا ہے۔عالی ظرف اور تعلیم یافتہ لوگ تو اس کو خاطر میں بھی نہیں لاتے، لیکن جاہل اور کم ظرف اسی جذبہ و حرارت کو سلوک کا کمال سمجھ لیتے ہیں اور اگر ان کو کچھ روحانی مناظر یا روحیں نظر آنے لگیں یا کشف و کرامات کی طاقت پیدا ہو جائے تب تو پوچھنا ہی کیا۔اب یہ لوگ اپنے آپ کو واقعی کامل و اکمل سمجھ لیتے ہیں۔عوام پر اپنی بزرگی ثابت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔عوام تو رہے ایک طرف ان کو تو یہ اپنے سے کمتر بلکہ حقیر و ذلیل سمجھتے ہی ہیں یہ تو سچ مچ کے بزرگوں کو بھی نہیں گانٹھتے اور ان کے منہ آتے ہیں۔جہاں سنتے ہیں کہ کوئی بزرگ موجود ہے وہیں پہنچ کر ان پر توجہ کرتے اور جتاتے ہیں کہ ہم بھی بزرگ ہیں اور جس کو اپنے سے کم طاقت ور پاتے ہیں اس سے روحانی کشتی لڑنے لگتے ہیں۔اگر ان لوگوں کا شیخ کامل نہ ہو تو ان کا بہت ہی برا حال ہوتا ہے۔کبھی نہ کبھی ان کا واسطہ کسی ایسے جلالی فقیر سے پڑ جاتا ہے جو ان کی ساری شیخی کرکری کر دیتا ہے اور ان کی ساری لنجیا پنجیا چھین چھان کر دنیا کی خاک چھاننے کو چھوڑ دیتا ہے۔بعض تو اس صدمہ سے پاگل ہو جاتے ہیں۔ان لوگوں کی اصلاح بھی بہت مشکل ہے۔اصلاح کا صرف یہی ایک طریقہ ہے

کہ وہ اپنے شیخ کی بات مانیں اور اس کے کہنے سے یہ یقین کرلیں کہ اب تک جو کچھ ان کو ملا ہے اس کی منازل سلوک میں کوئی خاص قدر و قیمت نہیں ہے۔لیکن ان کو کشف قبور اور روحانی مناظر دیکھنے کا ایسا چسکا پڑ جاتا ہے کہ وہ اپنے شیخ کی بھی نہیں سنتے۔بلکہ کئی تو ایسے ہوتے ہیں جو شیخ کو بھی روحانیت میں اپنے سے نیچا سمجھتے ہیں۔ان کی اصلاح سے بھی مایوس ہو جانا اور ان کا معاملہ خدا پر چھوڑ دینا چاہیے۔

جو لوگ اس مقام تک خیر و عافیت سے پہنچ جائیں یعنی ان میں حرارت و جذب بھی کافی پیدا ہو جائے' کشف و کرامات کی طاقت بھی آ جائے' غصہ میں بھی کمی ہو جائے' غرور و نفرت اور دوسرے کبیرہ نقائص بھی جاتے رہیں وہ انشاءاللہ ضرور رفائزالمرام ہوں گے اور ان کو خدا کا قرب و لقا ضرور میسر آئے گا۔ان بزرگوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ناسوت وملکوت طے کر کے جبروت تک پہنچ گئے ہیں۔جو ایک نہایت اعلیٰ مقام اور بڑا مرتبہ ہے۔لیکن یہاں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جبروتی بزرگوں میں بھی کچھ غصہ ضرور باقی رہ جاتا ہے جس کو لوگ ''جلال'' کہتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ بزرگ ''جلالی'' کہلاتے ہیں۔جبروت سے آگے لاہوت ہے۔یہاں پہنچنے اور اس کو طے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طبیعت اور اخلاق میں بے انتہا نرمی' شگفتگی اور لطافت پیدا کی جائے اور چھوٹی سے چھوٹی اخلاقی کمی کو بھی دور کر دیا جائے۔صاحب جلال ہونا کچھ اچھی بات نہیں۔ہم کو ہر بات میں حضور نبی کریم ﷺ کی عادات و خصائل اور اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھنا چاہیے۔یاد رہے کہ حضور اکرم ﷺ سراپا جمال تھے اور اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو رحمت اللعالمین کا خطاب عطا فرمایا ہے۔

لاہوت سے آگے ہاہوت ہے اور پھر ہو ہے۔یہاں صورت و اشکال غائب ہو جاتی ہیں اور صرف وہ بزرگ ہی یہاں پہنچ سکتے ہیں جن کا قلبی تعلق دنیا سے اتنا بھی نہ رہے جتنا ایک رائی کا دانہ اسی کو قطع ماسویٰ اللہ کی تکمیل کہنا چاہیے اور یہ بات صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی میں بالکل فنا کر دیا جائے۔مگر لاکھوں طالبان صادق میں سے بھی چند نفوس

ہی یہاں تک پہنچ پاتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ محض اللہ کے فضل و کرم سے ہوتا ہے۔ اس سے آگے لطائف امر ہیں اور یہ مقامات مخصوص ہیں صرف عارفانِ حق کے لیے۔

حلقہ کے اکثر احباب بجاطور پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کس مقام پر ہیں تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ بہت کم آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کو خواب میں یا نیم خواب کی حالت میں ان مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے یا یہ بشارت دی جاتی ہے کہ تم فلاں مقام طے کر کے فلاں مقام پر آ گئے ہو۔ جن کو نہ بشارت دی جائے نہ کچھ نظر آئے ان کے مقام کا تعین ان کے اخلاق کی پاکیزگی سے ہوتا ہے۔ ان کو خود غور کرنا چاہیے کہ بیعت ہونے سے پہلے ان کا اخلاق کیسا تھا اور اب کیسا ہے۔ ملکوت میں پہنچ کر اخلاق عام انسانوں کی بہ نسبت بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ گناہوں سے دل محترز رہتا ہے۔ ذکر میں لطف آتا ہے اور خدا کی یاد اور محبت دن بدن زیادہ ہوتی جاتی ہے اور دنیاوی تفکرات و مکروہات کا دل و دماغ پر اثر کم ہونے لگتا ہے۔ جبروت' لاہوت' ہاہوت اور ہو کا حال پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ اگر خود اندازہ نہ ہو سکے یا تسکین نہ ہو تو شیخ سے دریافت کر کے اس کی بات پر یقین کر لینا چاہیے۔ لیکن سب سے اچھا تو یہ ہے کہ آپ اس چکر میں نہ پڑیں اپنا کام کرتے رہیں آخر میں خود ہی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

آٹھویں رکاوٹ: **غلط فہمی ہے** ۔ یہ ایک مبتدی سے لے کر منتہی تک سب ہی کو ہو سکتی ہے۔ مبتدی کی غلط فہمیاں تو اس کا شیخ رفع کر سکتا ہے مگر منتہی کی غلط فہمی تو خدا کے دور کیے ہی دور ہوتی ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غلط فہمی اپنے بس کی بات نہیں اس لیے گناہ نہیں ہے اور اس کی وجہ سے کوئی سالک اپنی منزل سے گرا نہیں کرتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آگے ترقی نہ کر سکے۔ غلط فہمی پر مواخذہ بھی نہیں ہوگا۔ مرنے کے بعد اس کو اپنی غلط فہمی معلوم ہو جائے گی اور باقی منازل اس کی روح طے کرے گی۔ یہ غلط فہمیاں ان گنت قسم کی ہو سکتی ہیں۔ اس لیے ان سب کو ضبطِ تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ تاہم چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔ عقل مند انسان انہی سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔

مبتدیوں کی غلط فہمیاں تو صرف یہ ہوتی ہیں کہ ان میں سوز و حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ یا کشف و کرامات کی طاقت آ جاتی ہے تو وہ علم نہ ہونے کی وجہ سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ "ہم کامل ہو گئے" لیکن اس قسم کی غلط فہمیاں شیخ حلقہ یا کوئی اور بزرگ بڑی آسانی سے دور کر دیتا ہے۔ مشکل تو ان لوگوں کو پیش آتی ہے جو مقام ھو یا لطائف عالم امر سے واسطہ پڑنے پر غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چند بزرگوں کو ابتدا ہی میں جذب و حرارت اور کرامات صادر ہونے کی وجہ سے یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ یہ جذب و حرارت ہی خدا کی ذات ہے جو ہمارے بدن میں حلول کر گئی ہے اور چونکہ کشف و کرامات اسی حالت جذب ہی میں زیادہ سرزد ہوتی ہیں اور بہت سے خوارق عادات بھی اسی وقت ان کے صرف کہہ دینے سے ظہور میں آ جاتے ہیں۔ اور جب یہ جذب کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے تو وہ معمولی آدمی رہ جاتے ہیں اور کوئی کرامت نہیں دکھا سکتے۔ اس لیے ان کا یہ یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ یہ خود خدا ہی تھا جو اس وقت ان کے جسم میں حلول کر گیا تھا۔ حالانکہ حلول کا عقیدہ الحاد ہے اور تمام صوفیائے کرام اور علمائے عظام اس بات پر متفق ہیں کہ حلول کا عقیدہ رکھنے والا ملحد ہے۔ لیکن یاد رکھیے کہ حلول کے عقیدہ کو غلط فہمی کی وجہ سے اپنے دل میں رکھنا تو زیادہ نقصان دہ نہیں اور اس سے رجعت نہیں ہوتی لیکن حالت صحو میں لوگوں کے سامنے اس عقیدے کو بیان کرنا اور اس پر اڑے رہنا بہت بڑا گناہ ہے کیوں کہ اس طرح عامۃ المسلمین کے عقائد خراب ہوتے اور ان کے ایمان میں خلل آتا ہے۔

یہ تو تھی مبتدیوں کی مثال۔ منتہیوں کی ایک مثال یہ ہے کہ جب وہ ھو میں پہنچتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہاں کوئی صورت اور شکل موجود نہیں لیکن عالم مثال اور عالم مادی میں جو کچھ پیدا ہوتا اور ظہور میں آتا ہے وہ سب اسی مقام ھو سے وہاں تک مدارج تنزلات طے کرتا ہوا پہنچتا ہے تو وہ لطائف عالم امر سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ھو کو خدا کی ذات خیال کر لیتے ہیں۔ میرے شیخ جناب مولانا کریم الدین احمدؒ فرماتے تھے کہ وہ جب ھو، عدم، نفس اور عقل کے لطائف طے کر کے لطیفہ روح میں پہنچے اور یہ لطیفہ ان پر کھلا تو وہ غلطی سے روح کو ذات باری تعالیٰ سمجھ بیٹھے

اورتقریباً ایک سال تک اسی کوسجدے کرتے رہے۔یہاں تک کہ آخراللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی۔جنگل بیابان میں ایک مجذوب بزرگ ملا۔اس نے کہا کہ تو تو کافر ہے۔روح کوسجدے کرتا ہے۔جب مولانا ؒ نے اس سے گفتگو کرنا چاہی تو بجائے گفتگو کرنے کے اس مجذوب نے مولانا ؒ کے منہ پر تھپڑ مارا۔مولانا ؒ فرماتے ہیں کہ تھپڑ کا لگنا تھا کہ حقیقت مجھ پر روشن ہوگئی اور جس غلط فہمی میں میں مبتلا تھا میں نے اس سے توبہ کی اور آگے منزل مقصود پر پہنچ گیا۔مجھ کوخود دوران سلوک ایک ایسی ہی غلط فہمی ہوئی ۔یعنی جب میں عدم میں پہنچا اور میں نے معلوم کیا کہ وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔نہ کوئی رنگ نہ بوٗ نہ جسم نہ صفت ۔تو میں نے اس کو ذات باری تعالیٰ سمجھا اور تقریباً دوسال اسی غلط فہمی میں مبتلا رہا اور آگے بڑھنے کی کوشش کو ترک کردیا۔حالانکہ ابھی سارا عالم امر اور سوادعرش طے کرنا تھا۔لیکن آخراللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔میرے ایک دوست کے ذریعے ایک مجذوب نے مجھ کو پیغام بھیجا کہ ''او سینما والے یہ تو دریائے نیل ہے۔اس پر عوج بن عنق کی ہڈی کا پل ڈال اور دوسرے کنارے پر چلا جا کہ اصل ملک تو وہیں سے شروع ہوتا ہے۔'' مجذوب کی یہ بڑ سنتے ہی مجھے القاء ہوا کہ دریائے نیل سے مراد عدم ہے اور عوج سے مراد اوج ہے۔یعنی تو عدم میں ہے اس کے اوج پر پہنچ جا تو پھر دوسرے ملک یعنی عالم امر میں داخل ہو جائے گا۔اس سے زیادہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ۔عقل مند طالب اسی سے سب کچھ سیکھ سکتے ہیں ۔

آیئے اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں پر رحم کرے اور ان کو ایمان کامل دے۔اللہ تعالیٰ پاکستان کو کفار ومشرکین کے مقابلہ کی طاقت دے اور ان پر فتح کامل عطا فرمائے ۔حلقۂ توحیدیہ کے سب بھائیوں کو دین اور دنیا دونوں میں کامیاب اور سرخرو کرے اور اپنے پیارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں اپنے قرب' لقاء اور معرفت سے سرفراز فرمائے ۔آمین یارب العالمین ۔

روح کا مادّی وجود تک کا سفر

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

اب ہم بیسویں صدی کے عظیم صوفی، محقق اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمتہ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف "تعمیر ملت" کی مدد سے انسانی روح کے اس سفر کا حال مختصراً بیان کرتے ہیں جو وہ روح بسیط سے لے کر مادی وجود میں ظہور پذیر ہونے تک طے کرتی ہے۔

بنیادی طور پر کائنات دو عوالم پر مشتمل ہے ایک عالم امر اور دوسرا عالم خلق۔ عالم خلق کو سمجھنے اور سہولت کی خاطر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک عالم مثال اور دوسرا عالم مادی۔ عالم مادی میں زمین، چاند، سورج، ستارے اور تمام کہکشائیں شامل ہیں۔ عالم مثال اور عالم امر اس تمام کائنات کی فضا اور خلا میں پھیلا ہوا ہے اور وہ ہماری زمین، دوسرے کرّوں اور کہکشاؤں میں بھی موجود ہے۔ لیکن ہمیں محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی عالم مثال میں رہنے والی مخلوق کو یہ کرّے محسوس ہوتے ہیں۔ یہ کائنات کروی شکل کی ہے جس کا مرکز عرش اور اس کا مرکز عین ذات یا ذات بحت کا جائے قرار ہے۔ عرش کے نزدیک ترین اور چاروں طرف لاتعداد اور نہایت لطیف طبقات جنہیں بسائط کہتے ہیں، واقع ہیں۔ ان میں سے خاص و خاص روح بسیط عقل بسیط، نفس بسیط اور آخر میں عدم بسیط ہے جہاں عالم امر ختم ہو جاتا ہے۔ عالم امر کے بعد اس سے ذرا کثیف عالم مثال ہے۔ جس میں جنتوں اور دوزخوں کے عوالم ہیں اور آخر میں ہمارا یہ مادّی عالم ہے۔ روح کا سفر نہایت ہی لطیف طبقہ روح بسیط سے شروع ہو کر کثیف ترین مادّی وجود کی منزل پر ختم ہوتا ہے قرآن کی سورۃ التین میں ارشاد ہوا ہے:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ﴾

ترجمہ: ''ہم نے انسان کو پیدا کیا احسن انداز میں پھر ڈال دیا اسے پست سے پست حالت میں۔''

جب حق تعالیٰ کسی روح کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو روح بسیط سے اس کا روحانی ایٹم لمبا ہو کر نیچے والے طبقات کی طرف نزول کرنے لگتا ہے لیکن اس ظل کا ایک سرا روح بسیط میں اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ جب یہ شعاع عقل بسیط میں داخل ہوتی ہے تو بقدر استعداد عقل کو جذب کرتی ہوئی نفس بسیط میں داخل ہوتی ہے اور نفس سے جو حصہ مقدر ہوتا ہے، لے لیتی ہے مطلب یہ ہے کہ یہاں اس میں نفس پیدا ہو جاتا ہے۔ نفس خواہشات مجرد ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ روح میں خواہشات کرنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح روح مزید نزول کرتی ہوئی عالم امر سے نکل کر عالم مثال کی جنتوں اور دوزخوں کے عوالم سے گزرتی ہوئی مادے کی سب سے لطیف اور آخری حد ایثر میں داخل ہوتی ہے۔ یہاں وہ حواس خمسہ اور دیگر مادی خواص وقویٰ کو بقدر استعداد اخذ کرتی ہوئی نظام شمسی کے آفتاب میں جاتی ہے اور اس سے جان یا روح حیوانی کی حرارت حاصل کر کے زمین یا اس کرّے میں پہنچ جاتی ہے، جہاں اس کو پیدا ہونا ہوتا ہے۔ وہاں کی مٹی سے جماداتی خواص واثرات جذب کرتی ہوئی نباتات کے پردے میں زمین سے نکلتی اور کسی کھانے کی چیز مثلاً غلہ یا پھل وغیرہ میں داخل کی جاتی ہے پھر وہ چیز اللہ کے قضاء قدر کے نظام کے تحت اس شخص کو کھلائی جاتی ہے جو اس کا باپ بننے والا ہوتا ہے۔

جس طرح مٹی کے خلاصہ اور جوہر سے غلہ، پھل اور سبزیاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں اس طرح انسانی جسم میں پہنچ کر غذا کے خلاصہ سے نطفہ بنتا ہے۔ روح بسیط سے چلنے والی شعاع یعنی روح انسانی درجہ بدرجہ لطیف سے کثیف تر ہوتی ہوتی نطفہ کی حالت تک آ پہنچتی ہے۔ نطفہ کیا ہے؟ وہ ننھا سا جرثومہ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہو جاتا ہے جہاں رحم مادر سے اپنی غذا حاصل کر کے درجہ بدرجہ کثیف ہوتا جاتا ہے اس مادی تعمیر میں کم وبیش نو ماہ کا عرصہ لگتا ہے۔ اس دوران

جب روح کی ضرورت کے مطابق مادی جسم تمام اندرونی اور بیرونی اعضا سمیت مکمل ہو جاتا ہے تو اللہ کے حکم کے تحت انسان شکم مادر سے باہر آ جاتا ہے۔ جنات کی تخلیق کے بارے میں عام طور پر یہی الفاظ آتے ہیں کہ انہیں آگ سے پیدا کیا گیا۔ لیکن سورۃ رحمٰن میں بڑی باریکی سے بیان کیا گیا کہ آگ کے انگاروں سے نہیں پیدا کیا بلکہ فرمایا وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّنْ نَارٍ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ اسی طرح انسان کی پیدائش مٹی سے بیان کی جاتی ہے لیکن قرآن نے جب اس کی تشریح کی تو اسے مٹی کا خلاصہ یا جوہر قرار دیا۔ چنانچہ سورہ مومنون میں ہے:

''ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے (سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ) سے پیدا کیا پھر اس کو ایک مضبوط جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اس کو نئی صورت میں بنایا۔ اللہ بڑا بابرکت اور سب سے بہتر بنانے والا ہے۔''

مٹی میں عناصر ہوتے ہیں ان میں نمکیات اور معدنیات کی ایک قلیل مگر مناسب مقدار انسانی جسم میں بھی پائی جاتی ہے کیوں کہ روح زمین کی مٹی کے خلاصہ کو جذب کرتی ہوئی آتی ہے۔ سورۃ نوح کی آیت ۱۷۔۱۸ میں واضح کر دیا گیا ہے:

وَاللّٰهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتاً (17) ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجاً (18)

''اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے جما کر پھر مکرر ڈالے گا تم کو اس میں اور نکالے گا تم کو باہر''۔

قرآن اور بھی کئی مقامات پر یہ حقیقت بیان کرتا ہے کہ اللہ سب انسانوں کو مٹی سے پیدا کرتا ہے۔ بعض علماء بغیر کسی تحقیق کے اس طرف جاتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو تو مٹی سے پیدا کیا اور باقی انسانوں کو نطفہ سے۔ جب کہ قرآن بار بار مادی تخلیق کی ابتداء مٹی سے بتا کر اگلے مرحلہ میں نطفہ کا ذکر کرتا ہے۔

اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا (سورۃ کہف:۳۸)

”کیا تو منکر ہو گیا اس ذات سے جس نے پیدا کیا تجھ کو مٹی سے پھر نطفہ سے پھر پورا کیا تجھ کو مرد۔“

سورۃ النجم آیت نمبر ۳۲ میں سارے انسانوں کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ (سورۃ النجم:۳۲)

”وہ تم کو خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے“۔

اسی طرح سورۃ الحج کی آیت نمبر ۵ اور سورۃ الفاطر کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی مٹی اور نطفہ دونوں کا ذکر آتا ہے۔

اتنی واضح آیات کی موجودگی میں تخلیق کی ابتداء نطفہ ہی سے کیوں تصور کی جائے جب مزید تفصیل جاننے کی کوشش کی جائے گی کہ آخر نطفہ کس طرح بنتا ہے تو قرآن کی تشریح صحیح جواب معلوم کرنے میں رہنمائی کرتی ہے کہ نطفہ غذا کے خلاصہ سے بنتا اور غذا مٹی کے خلاصہ سے بنتی ہے اس طرح قرآن میں بیان کی گئی ساری کڑیاں ٹھیک طور پر آپس میں مل جاتی ہیں۔

نقوشِ مہر ووفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب :سید رحمت اللہ شاہ)

باباجانؒ ہمارے بھائی محمد حسین چھل صاحب کا تعارف کرا رہے تھے۔

سعودیہ والوں کے پاس پیسہ کافی تھا۔وہ Expand کر رہے تھے ایک دم۔ ہمارے پاس اتنے بندے نہیں تھے ان کو دینے کے لئے۔خاص طور پر یہ Supply والے جو پرانے بندے تھے جو سارجنٹ ، ان کو پتا ہوتا ہے کہ سٹور کیسے بنتے ہیں ۔ فارم ریز (Raise)ہوتے ہیں، سائن ہوتے ہیں،ایک کاپی ادھر اور ایک اُدھر۔کیسے یہ سٹور بنائے جائیں گے۔ان کی جو ٹریڈ (Trade) ہے اس میں یہ سارے جانتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ یہ کیوں نہ کریں۔یہ ریٹائر ہو کر چلے جاتے ہیں۔دوسرے بندے جو ہیں،ان کو لے آتے ہیں، انہیں نئے سرے سے ساری تربیت دینی پڑتی ہے۔ان کو ٹرینڈ کر کے واپس بھیج دیتے ہیں۔ گورنمنٹ کو ڈالروں سے دلچسپی تھی کہ ان ریٹائرڈ لوگوں کا بھی بھلا ہو جائے گا،ہمیں بھی ڈالر مل جائیں گے،اُن کی ڈیمانڈ ہم اس طریقے سے پوری کر دیتے ہیں۔اس طرح کر لیا گیا۔گورنمنٹ نے سارے جو ادھر اُدھر کی برانچ کے سارجنٹ تھے،سینئر صوبیدار یا نائب صوبیدار سب کو بلا لیا۔ ان کو بتایا کہ یہ ایسے سٹور بنتے ہیں۔یہ فارم ہے۔آسان کام ہوتا ہے۔پرانا بندہ آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ان سب کو اس طرح تیار کر کے سعودی عرب روانہ کر دیا۔یہ سب وہاں چلے گئے۔

یہ پروگرام تین سال تک گورنمنٹ کا تھا۔یہ ماسٹر صاحب بچے بھی ساتھ لے گئے۔ تین سال تک یہ وہاں سعودی عرب اس پروگرام پر رہے پھر یہ واپس آئے۔واپس آتے ہوئے

یہ وہاں ایئر پورٹ پر اپنی برانچ میں چلے گئے۔ان کی برانچ وائرلیس کی تھی۔یہ وائرلیس والے تھے اور ٹیلی گراف بھیجتے تھے۔ایئر پورٹ پر ان کا ہی کام ہوتا ہے۔یہ وہاں گئے تو وہاں گورا انچارج تھا۔اس نے انٹرویو کے لئے بلالیا۔اس نے پوچھا کہ تجربہ کتنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ پچیس سال کا تجربہ ہے۔ماسٹر صاحب کہتے ہیں کہ گورا کھڑا ہو کے سلوٹ کرنے لگا کہ میری عمر پچیس سال ہے اور تمہارا تجربہ پچیس سال ہے، تم آجاؤ۔انہوں نے کہا کہ میں پاکستان ایئر فورس سے ریٹائرڈ ہو کر ابھی Deputation پر آیا تھا، اب میں نے جا کے یہ سرکاری پاسپورٹ واپس کرنا ہے۔اس کے بعد میں وہاں سے فارغ ہوں۔اس گورے نے کہا کہ بس ٹھیک ہے۔اس نے وہاں سے ویزہ کے کاغذات بنادیے۔اس نے کہا کہ تم فوراً واپس جا کے یہ کر آؤ۔یہ ماسٹر صاحب واپس آئے، سرکاری پاسپورٹ واپس کیا اور پھر سعودی عرب گئے۔آٹھ سال پھر رہے۔اس طرح سعودی عرب میں یہ وہاں کل گیارہ سال رہے۔

وہ اپنے بچوں کے ہمراہ جدہ قیام پذیر تھے۔یہ گیارہ سال وہاں رہے۔گیارہ حج کیے۔میں لیبیا سے آیا تو یہاں ملاقات ہوئی ان سے تو میں نے کہا کہ آپ صحیح الحاج بنے ہو۔لیبیا سے ہم آتے تھے تو ٹکٹ ہمارا بھی کراچی ایئر پورٹ سے ہوتا تھا لیکن ہم نے اس کو براستہ سعودی عرب تبدیل کرایا۔لیبیا میں کبھی تو پیسے لے لیتے تھے اور کبھی کہتے تھے کہ کوئی بات نہیں عمرہ کے لئے جارہے ہیں اور مفت ٹکٹ تبدیل ہوجاتا تھا۔ہمیں معلوم تھا کہ ہمارے کچھ پیر بھائی وہاں سعودی عرب میں موجود ہیں۔ہم وہاں گئے تو ہم نے وہاں چھٹی کے ٹائم رابطہ کیا۔انہوں نے ہمیں کہا کہ آپ گیٹ پر کھڑے ہوجائیں۔گاڑی آئے گی پاکستانیوں کی وہ چھوڑنے جاتی ہے انہوں نے باہر رہائش لی ہوئی تھی، کھانا ان کا اپنا تھا۔خود بندوبست کرنا ہوتا تھا۔گورنمنٹ ان کو تنخواہ دیتی تھی، کھانا اور رہائش ان کا اپنا ہوتا تھا۔ان پاکستانیوں نے باہر ایک مکان لیا ہوا تھا جہاں یہ رہتے تھے۔یہ آپ ہی مل جل کر پکاتے، کھاتے تھے۔ایک بھائی مل گیا اور یہ ہمیں وہاں ساتھ لے گیا۔ہم ان کے ساتھ رات رہے۔عمرہ کیا، مدینہ شریف گئے وہاں سے واپس آئے

ان سے پھر جدہ میں ملاقات ہوئی۔وہاں سے ہم بازار چلے گئے۔واپسی پر ہم پھر ان مارشل صاحب سے ملاقات کرنے کے لئے گئے لیکن یہ ملے نہیں۔ہم ایئرپورٹ گئے یہ ہمارے پیچھے پیچھے اور ہم آگے آگے مگر یہ ایئرپورٹ آئے تو ہم جا چکے تھے۔انہوں نے گیارہ حج کئے اور ہر جمعہ کو عمرہ کیا۔ان کی بڑی موج ہوگئی۔

بس اصل بات یہ ہے کہ وہ سجدہ ایک بار ہی صحیح کرلیں۔ایک ہی سجدہ ٹھیک کرلیں تو بس کام ٹھیک ہوجاتا ہے۔سر ڈال دیا اللہ کے سامنے تو بس ڈال دیا۔پیروں میں پڑ جو گئے۔کہتے ہیں ناں کہ بندہ پیروں میں پڑ گیا ہے۔کوئی کسی سے معافی مانگے تو کہتے ہیں کہ بندہ پیروں میں پڑ گیا۔پیری پے گیا کا مطلب ہے Surrender کردیا۔اگر سرنڈر کردیا ہے تو پھر اللہ میاں کے سامنے ایسے ہی کرنا ہے کہ ٹھیک ہے اب آپ کے حکم کے مطابق ہم چلیں گے۔سجدہ ٹھیک ہے تو ایک سے ہی کام بن جاتا ہے۔یہ بارہ حج یا گیارہ حج والی بات نہیں ہے۔باہو بھی یہ کہتے ہیں؛

؎ مکے گیاں گل مکدی ناہیں جے دلوں نہ مکا ئیے ہو

بات صحیح طرح ختم کرو۔وہاں جا کے کہاں ختم ہوتی ہے۔

ایک مولوی صاحب جمعہ پڑھا رہے تھے،وہ کہتے ہیں کہ وہاں سے حج پڑھ کے آتے ہیں اور یہاں چُھرا تیز کرلیتے ہیں۔پھر پیسے کمانے لگتے ہیں کہ اچھا پھر نہیں جانا۔کہتے ہیں کہ ایک بندہ تھا۔نماز پڑھنے کھڑا ہوا،اس کی کسی نے پیچھے سے جوتی اُٹھالی۔بندہ جوتی لے کر جارہا تھا کہ اس نے دیکھ لیا۔اس نے آواز ماری۔حاجی صاحب ٹھہرو۔وہ کھڑا ہوگیا۔اس نے کہا کہ جوتی دے دو۔اُس نے کہا کہ تجھے کیسے پتا لگا کہ میں حاجی ہوں؟اس نے کہا کہ حاجی کے علاوہ یہ مسجد سے جوتا اُٹھانے کا کام کوئی نہیں کرسکتا۔

اب ایسا کام تو نہیں ہونا چاہئے کہ اُدھر حج کرکے آئے ہیں اور یہاں آکر پھر شروع ہوجائیں کہ لوگوں کی کھال اُتارنی ہے۔اگلے سال پھر جانا ہو حج پر۔ایسے تو نہ ہو۔بس ایک دفعہ ہی بندہ کرلے تو یہ کافی ہے۔نہ بھی جائیں حج پر اور صرف توبہ ہی کرلیں۔حج کا بھی کہتے ہیں کہ

ایسے بندہ ہو جاتا ہے کہ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ وہ تو بہ کا بھی رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا ہے کہ سچی توبہ کر لیں تو ایسے ہوتا ہے جیسے کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) اس بات پر بڑا زور دیتے تھے۔ جب بندہ بیعت ہو جائے تو وہ ایسے ہی ہے۔ بیعت کی پہلی شرط تو بہ ہی ہے۔ کتاب میں لکھا بھی ہوا ہے کہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھاؤ۔ توبہ کے نفل پڑھو۔ توبہ کرو کہ اب آئندہ صحیح چلوں گا۔ ابتدا تو توبہ سے ہی ہوتی ہے۔ توبہ کرو اور چلو شاباش! اس میں بھی ہے کہ توبہ کرنے والا جو ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے نیا جنم لیا ہو۔ اللہ بھی فرماتا ہے کہ؛

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۔ (سورۃ الزمر ۳۹۔ آیت ۵۳)

''جو کوئی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے''۔

باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) سے بھی جب کوئی مرید کہتا کہ بڑی گنہگار زندگی گزاری ہے۔ پتا نہیں کیا کیا کرتا رہا ہوں۔ دوسرے قصوں میں اور بزرگوں کے تذکروں میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ فلاں بزرگ اتنا روتے تھے کہ کپڑے بھیگ جاتے تھے۔ ان کے آنسوؤں سے نالے بہہ جاتے تھے۔ ایسی ایسی باتیں لکھی ہوتی تھیں کہ کتنا آہ و زاری کرتے تھے۔ باباجیؒ کو یہ کام اچھا نہیں لگتا تھا۔ کہتے تھے کہ یہ غلط بات ہے۔ جب سچی توبہ کر لی ہے تو پھر یقین کرلو۔ جب اللہ کا رسول ﷺ کہتا ہے کہ ایسے ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں سارے معاف کر دوں گا تو مانتے کیوں نہیں ہو؟ نہ اللہ کی مانتے ہو، نہ اللہ کے رسول ﷺ کی مانتے ہو۔ یقین کرلو کہ معاف ہو گئے ہیں اور بھول جاؤ ہر بات کو کہ میں نے توبہ کر لی ہے۔ پچھلے ورقے سب پھٹ گئے ہیں، نئی کاپی مل گئی ہے۔ اب اس کو سنبھال کے رکھو۔ یہ پچھلے یاد کرتا رہتا ہے تو پھر بندہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ وہ کتا کنوئیں میں ہی ہے ابھی میں وہی گنہگار ہی ہوں، اگر یہی سوچتا رہے تو پھر وہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اس کو یقین ہونا چاہئے کہ میں اب Clean آدمی ہوں۔ بالکل صاف ستھرا، کوئی Spot نہیں ہے۔ اب میں ایسی زندگی بسر کروں کہ یہ ایسا ہی رہے۔

اگر وہ یاد رہے گا تو وہ گند پھر اس سے نکلتا نہیں ہے۔سالک کے لئے یہ بڑی بات ہے اس کا پاس رکھنا۔

باباجیؒ نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ پچھلی جو نمازیں قضا ہو گئی ہیں، وہ بھی پڑھو۔قضائے عمری پڑھتے رہتے ہیں۔لوگ پڑھاتے ہیں کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز اور پڑھو۔یہ وہ ہیں جو پچھلی رہ گئی ہیں۔جو پچھلی رہ گئی ہیں، وہ تو غیر حاضریاں لگ گئی ہیں۔وہ کھاتے جمع ہو گئے ہیں۔ وہاں تو روز کے روز ڈائری چلی جاتی ہے۔پڑھی ہے، نہیں پڑھی، وہ جمع ہو گئے، غیر حاضری لگ گئی ہے۔اب کون تمہارے وہ کھاتے اٹھائے گا کہ غیر حاضریاں کاٹ کے حاضریاں لگائے۔ لگ گئیں جو لگ گئیں۔کھاتے Close ہو کے چلے گئے۔انہوں نے نہیں پڑھیں تو اب قضا کا کیا مطلب؟ اب تم نوافل پڑھ سکتے ہو، پڑھو۔نماز میں تو کوئی فرق نہیں ہے دو رکعت نفل ہوں، دو رکعت سنت ہوں، یا دو رکعت فرض ہوں۔نماز میں تو کوئی فرق نہیں ہے ناں، وہ تو اللہ کی ہے۔ صرف یہ ہے کہ وہ حکم تھا۔وہ پڑھنی جو ہے، فرض ہے۔جو حضورﷺ نے نوافل پڑھے اور تاکید کی وہ سنت ہو گئے۔جو نہ سنت ہے، نہ فرض ہے، آپ نے خود ہی پڑھے، اپنے شوق سے پڑھتے ہیں، وہ نفل ہیں۔لیکن نماز میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔آپ پڑھتے رہیں۔آپ پڑھیں، نوافل پڑھتے رہیں۔اب پچھلا حساب گن گن کے کرنا، یہ کیا بات ہوئی؟ خدا کہتا ہے کہ سارے معاف کر دیئے تو سب معاف ہو گئے۔اب نوافل پڑھیں، کثرت سے ذکر کریں۔اس کی کوئی بات نہیں جتنا مرضی کریں لیکن وہ بات کہ وہ جی میں نے پچھلا حساب پورا کرنا ہے تو یہ کوئی بات نہیں۔

بزرگوں کی کہانیوں میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے ننانوے (۹۹) قتل کیے تھے وہ گیا کسی مولوی کے پاس کہ میں نے ننانوے قتل کر دیے ہیں، کیا میری بخشش ہو جائے گی؟ اس نے کہا کہ تیری بخشش کہاں ہو سکتی ہے۔ناں، ناں۔ایک بندہ قتل کر دو تو وہ ہی نہیں ہوتی، تو نے تو ننانوے (۹۹) قتل کر دیے ہیں، تیری بخشش نہیں ہو سکتی۔اس نے کہا کہ چلو اس کو بھی کر دو، اس نے سنچری پوری کر لی۔مایوس کر دیا ہے مجھے، میں تو اللہ کے راستے میں آیا تھا۔پھر کسی نے بتایا کہ مولویوں

کے پاس نہ جا، کسی اللہ والے کے پاس جا۔فقیر کے پاس جا، وہ تیری کوئی راہ نکالے گا۔اس نے پوچھا؛ کہاں؟ اسے بتایا گیا کہ فلاں گاؤں میں بڑا اچھا بزرگ ہے، اس کے پاس جا، وہ تیری کوئی سبیل کرے گا۔وہ چل پڑا۔راستے میں وہ بیمار ہوا، گر پڑا۔گر کر بھی وہ رینگتے چلتا ہی رہا کہ شاید میں پہنچ جاؤں۔اس کا سانس جہاں ختم ہونا تھا، ختم ہوگیا۔فرشتے آ گئے دوزخ والے بھی اور جنت والے بھی۔یہ کہیں کہ ہمارا ہے، وہ کہیں کہ ہمارا ہے۔اللہ کا حکم ہوا کہ فاصلہ ناپو۔اُدھر اس کی سرحد میں چلا گیا ہے یا اِدھر ہے؟ اللہ نے جو بھی سبب کیا بہر حال وہ نیک آدمی کی سرحد میں چلا گیا تھا۔ اس کا کھاتہ اُسی میں لکھو۔یہ بخشا گیا۔اللہ کی رحمت کی باتیں تو ایسی ہیں۔

اس لئے باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) یہ کہتے تھے کہ یہ مرید کے لئے اچھی بات نہیں ہے کہ ہر وقت سوچتے رہنا کہ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا۔بس یقین کرلو کہ اللہ کہتا ہے کہ معاف کردیے تو مانتے کیوں نہیں ہو؟ نہ اللہ کی مانتے ہو، نہ اللہ کے رسول ﷺ کی مانتے ہو۔بس مانو کہ یہ ختم ہو گئے ہیں۔باباجیؒ کے خطوط میں لکھا ہے کہ ماضی کو بھول جاؤ کہ کیا ہوا آئندہ زندگی بہتر بنانے کی کوشش کرو۔نئی کاپی مل گئی تو آپ کو اب اور کیا چاہئے۔بستہ 'ب' سے نام کٹ گیا، سو کٹ گیا۔نئی کاپی ہے، اس کو سنبھال کے رکھو۔بس یہ ہے کہ اب اس کو Spot نہیں لگنے دینا۔Clear بک آپ کو مل گئی ہے تو بس اس پر لکھو۔اللہ کا ذکر کرو۔نیک زندگی سٹارٹ کرلو۔بس ایسے ہے۔اس کا نام بھی مت لو، چھوڑو اُس بات کو۔یہ اچھا ہے؟ یا وہ اچھا ہے کہ بندہ اُسی میں پھنسا رہے؟ باباجیؒ یہ تذکرۃ الاولیاء یا اس طرز کی پرانی کتابیں کبھی Recommend نہیں کرتے تھے۔اُن میں یہی ہوتا ہے کہ جب اللہ کی محبت آئی تو بھاگ کے جنگلوں میں چلے گئے۔اس کو بھی باباجیؒ اچھا نہیں سمجھتے تھے۔جنگلوں میں جانے کا کیا مطلب ہے؟ اللہ کی محبت دنیا میں رہ کے نہیں ہو سکتی؟ یہاں کرو، بلکہ یہاں رہ کے کرنی چاہئے۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے خطوط بنام : سیّد غلام محمد شاہ

مورخہ: 20.03.2000

السّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه !

آپ کا پیارا پیارا خط ملے، تو کافی دن ہو گئے، لیکن جواب میں بہت تاخیر ہو گئی ہے۔

الحمد للّٰہ! آپ کی پڑھائی اچھی جا رہی ہے۔ آپ خوب محنت کریں کیونکہ یہ موقع پھر نہ ملے گا۔ اگر ہمت کر کے اچھی پوزیشن حاصل کر لیں تو اس کا فائدہ آئندہ تعلیم کیلئے بھی ہوگا اور انسان اس پر ہمیشہ فخر کر سکتا ہے۔ میری دُعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

سالانہ اجتماع 22-23 اپریل کو ہوگا۔ آپ کیلئے فی الحال پڑھائی کی فوقیت ہے۔ اجتماع میں شمولیت نہ بھی ہو تو کوئی بات نہیں۔ آپ کا دِل دُور سے ساتھ ہوگا تو آپ کا حصہ گھر بیٹھے بھی آپ تک پہنچ جائے گا۔

اس سلسلہ میں نماز پنج وقتہ ادائیگی نہایت ہی اہم ہے۔ اس سے انسان کی وفا اور پختگی کی جانچ ہوتی ہے کہ عملی زندگی میں دنیوی اور روحانی طور پر آگے ترقی کر سکے گا یا نہیں۔ جس طرح فوج میں شامل ہونے والے تمام افراد کا، چاہے ان کا تعلق کسی بھی شعبے اور برانچ سے کیوں نہ ہو، سب سے پہلے پریڈ، ڈرل سکھائی جاتی ہے کیونکہ اس سے، اس میں ڈسپلن یعنی نظم وضبط اور حکم ماننے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جو فوجی بنیادی تربیت ہی پاس نہ کر سکے اسے آگے نہیں چلایا جاتا۔ یہی حال نماز کا ہے۔ یہ سب سے پہلی عملی تربیت ہے اور پریڈ کی طرح روزانہ کی جاتی ہے۔ اس سے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسے مومن کی پہچان بنایا گیا ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اللہ کا سپاہی اس بنیادی تربیت کو ہی سال ہا سال تک مکمل نہ کر سکے۔ یہ تو مسلمان کی نشانی ہے اُس کا اصل کام دوسرا ہے۔ جس طرح فوجی کا کام دشمنوں کے خلاف جنگ کر کے فتح حاصل کرنا ہے اسی طرح مومن کا اصل کام اپنے حقیقی دشمن شیطان اور اس کے لشکروں

کوشکست دے کر حریم کبریا ءتک رسائی حاصل کرنا ہے۔اگر ہم سالوں تک مسلمان کی نشانی کو ہی پکا نہ کر سکیں تو باقی کام کیسے انجام دے سکیں گے۔اللہ آپ کو ہمت دے اور دنیا اور آخرت میں کامیاب فرمائے۔آپ سے ہمیں بہت محبت ہے اس لئے آپ کی خیر پیش نظر رہتی ہے۔

مورخہ: 04.07.2000

السَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله !

آپ کا خط ملا، مورخہ 27.06.2000 بروز اتوار مرکز پر ماہانہ مجلس تھی۔جس میں رحمت اللہ شاہ صاحب بھی تشریف لائے تھے۔آپ کے رزلٹ کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا کہ آپ نے ٹھیک ہی لکھا تھا کہ ''تقریباً صحیح ہو گئے۔'' اللہ تعالیٰ کرے کہ آپ اپنی کمی پوری کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔آمین۔

ذکر کے بارے میں افضل بات تو یہی ہے کہ دو زانوں بیٹھا جائے کیونکہ یہ نہایت مؤدب طریقہ ہے۔لیکن اگر کوئی شخص بیماری، بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے زیادہ دیر دو زانوں نہ بیٹھ سکے تو اسے چار زانوں بیٹھنے کی اجازت ہے۔مجبوری کی حالت میں تو نماز جیسی اہم عبادت بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر بھی ادا ہو سکتی ہے،تو ذکر بھی تو کیا جا سکتا ہے۔

حلقہ ذکر میں توجہ لینے کے بعد طریقت تو حیدیہ میں یہ لکھا ہے کہ ''اب بتی روشن کر دی جائے''۔یہاں پہنچ کر خادم حلقہ کو خود کہہ دینا چاہیے کہ ''اب سب بھائی کھل کر آرام سے بیٹھ جائیں۔''اس کے بعد فاتحہ خوانی اور دُعا کی جائے۔اگر چہ عموماً ہم لائٹ نہیں جلاتے،تا ہم قرآن خوانی اور دُعا کے دوران چار زانوں بیٹھا جا سکتا ہے، کیونکہ ذکر تو ختم ہو جاتا ہے۔آپ یہ خط ابو جان کو دکھا دیجئے گا تا کہ وہ یہ ہدایت نامہ حلقہ میں دے دیں۔

حضور نبی رؤف و رحیم ﷺ کا حکم ہے کہ دین میں آپ آسانیاں پیدا کریں،اس لئے قبلہ انصاری بھی فرمایا کرتے تھے''آسانیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیش کیا کریں تا کہ دین پر عمل مشکل نظر نہ آئے۔

والسلام

نوائے عارف

(قبلہ محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

باباجان قبلہ محمد یعقوب توحیدی کی 7 جولائی 2019 کو ہونے والے ماہانہ اجتماع کے موقع پر توحیدی بھائیوں سے گفتگو

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین۔

آج 7 جولائی 2019 ہے، ایسی ہی 7 جولائی 2013 تھی جب ہمارے محسن ومرشد قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ ہم سے جدا ہوئے۔ دوسری طرف ہمارے بانی سلسلہ قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ 29 جولائی کو پیدا ہوئے۔ اسی مناسبت سے آج ہم اپنے ان بزرگوں کے درجات کی بلندی کے لیے دعا بھی کریں گے۔

جب حقیقت وحدت الوجود لکھی گئی تو قبلہ انصاری صاحبؒ فرمانے لگے کہ آپ کو پتہ ہے کہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے وحدت الوجود کا نظریہ پیش کیا، وہ 29 جولائی کو پیدا ہوئے تھے اور میری Date of Birth آپ کو پتہ ہے کیا ہے؟ ہم سب نے کہا 29 جولائی۔ آپ نے فرمایا اس لیے اس مسئلہ کا جواب صرف میں ہی دے سکتا تھا کوئی اور نہیں دے سکتا تھا۔ اس لیے میں نے حقیقت وحدت الوجود لکھی۔

ہمیں آج دونوں بزرگان دین کے لیے ایصال ثواب کرنے کا موقع ملا ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ ہم برسیاں وغیرہ نہیں مناتے لیکن ہم ہر ماہ کے پہلے اتوار مرکز تعمیر ملت پر جمع ہوتے ہیں اور پھر اتفاق سے یہ دونوں مواقع بھی ایسے ہی آ گئے تو ہم نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

ایصال ثواب کرنا بہت ہی مناسب سمجھا۔پھر ہمارا ایک اور پروگرام بھی تھا، رات مختلف شہروں سے آئے ہوئے خادمان سلسلہ کی بہتری کے لیے سوچ بچار کرتے رہے۔اسی مناسبت سے یہ پروگرام رکھا گیا کہ سارے بھائی بھی جمع ہوں گے اور یوں یہ ایک یادگار دن بن جائے گا۔

قبلہ انصاری صاحبؒ کے متعلق میں کیا عرض کروں ہم سب جانتے ہیں کہ آپ جیسی ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔آپ نے تصوف کو تمام عجمی الائشوں سے پاک کر کے اس تعلیم کی صورت میں ہمارے سامنے رکھ دیا، جو تعلیم حضور اقدس ﷺ اپنے صحابہ کبار کو دیتے تھے۔ اور اتنی research اور اتنی گہرائی سے آپؒ نے select کر کے وہ تعلیم ہمارے سامنے رکھی جس پر ہم چلتے پھرتے عمل کر سکتے ہیں۔آپؒ نے فرمایا ''لوگ کہتے ہیں ہمارے پاس ٹائم نہیں، ہم کہتے ہیں ہمیں ٹائم کی ضرورت ہی نہیں''۔آپ رستے پر جاتے جاتے اللہ اللہ کریں اور اللہ تک پہنچیں۔شرط یہ ہے کہ آپ کے اندر وہ خلوص اور طلب ہو اور اس طلب کو پورا کرنے کے لیے جس خلوص کی ضرورت ہے وہ ضرور ہونا چاہیے۔یہ دو چیزیں ہوں آپ کے پاس، پیار مسلسل ہو،تو آپ کو اللہ تک پہنچنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔آپؒ نے ہمیں ایسی ہی مختصر سی تعلیم دی۔

جب آپؒ خود بیعت ہوئے تو انہیں پانچ ہزار مرتبہ ذکر نفی اثبات تعلیم فرمایا گیا تھا۔اور آپ چوبیس گھنٹے میں وہ اوراد پورے نہیں کر پاتے تھے جو آپ کو تعلیم کیے گئے تھے۔چنانچہ میٹرک میں دو بار فیل ہوئے۔ان ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے تعلیم کو مختصر ترین کیا۔آج ہم میں سے ہر آدمی اس بات کا گواہ ہے کہ بڑی آسانی سے مختصر سے وقت میں تعلیم کو پورا کیا جا سکتا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ بھولتے بھی نہیں۔ہم نبی پاک ﷺ کی سنت پر سو فیصد عمل پیرا ہیں اللہ کے فضل و کرم سے۔ہماری اپنی کوتاہیاں اور کمزوریاں راستے کی رکاوٹ بن سکتی ہیں ورنہ ہم آسانی سے تعلیم کی ہر شق پر عمل کر سکتے ہیں۔

یاد رکھیں! ہمارے سلسلے میں شامل ہونے سے پہلے انسان کو پکا مسلمان ہونا ضروری ہے

شریعت کا پابند، پکا مسلمان، کیوں کہ ہم سکھاتے ہی یہ ہیں کہ جب کوئی ہمارے پاس آئے اور ہمارے ہاتھ میں ہاتھ دے اور پھر الگ ہو تو اس کی حالت بدلی ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک چادر بچھائی اور بہت سارے لوگ بیعت ہو گئے، ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔ ہمارے سلسلے میں بیعت ہونے کے بعد طالب کی حالت بدلی ہوئی ہوتی ہے، اللہ کے فضل سے۔ میں جب قبلہ انصاری صاحبؒ سے بیعت ہوا تو اس وقت اور بھی آٹھ دس بھائی بیعت ہوئے۔ قبلہ انصاری صاحب کو جب بیعت نامے موصول ہوئے تو انہوں نے محمد مرتضٰی صاحبؒ کو خط لکھا کہ بچوں کو بیعت کرلیا ہے بڑی خوشی ہوئی لیکن یاد رکھوان میں سے ہر کوئی اگر ولایت کبریٰ تک نہ پہنچ سکے تو ولایت صغریٰ تک ضرور جانا چاہیے۔ بانی سلسلہؒ کی یہاں تک نظر تھی۔

مسلمان ہونے کے بعد یہ تعلیم مومن بنانے کی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے، والسابقون السابقون، جو آگے والے ہیں وہ تو ہیں ہی آگے والے تو ہم وہاں تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، پہلے ہی دن سے۔ پہلے ذکر اذکار اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ اس کے بعد جس چیز پر زور دیا جاتا ہے وہ اخلاق ہے۔ باباجیؒ نے فرمایا کہ بغیر اخلاق کے انسان ولی الشیطان تو بن سکتا ہے لیکن ولی اللہ نہیں بن سکتا، بغیر اخلاق کے روحانیت مل جاتی ہے کیوں کہ روحانیت الگ چیز ہے اور بزرگی ایک الگ چیز ہے۔

اخلاق کوئی معمولی چیز نہیں۔ اخلاق وہ دائرہ ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے اس لیے جب تک کوئی اس دائرہ میں داخل نہیں ہوگا کامل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ باباجان نے سب سے زیادہ زور اخلاق کی تکمیل پر دیا۔ اسی لیے ہم بیعت کے وقت ہی دو باتوں کو اپنانے اور دو باتوں کو چھوڑنے کی تلقین کرتے ہیں۔ محبت و صداقت پر عمل کرنے اور غصہ و نفرت کو چھوڑنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اگر ہم ان چار باتوں پر عمل کرلیں تو ہمارے، اس اخلاق کی بنیاد فراہم ہو

جاتی ہے جس کی تکمیل کے لیے سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف لائے تھے۔ نوے فیصد ہمارے اخلاق کا تزکیہ ان چار باتوں پر عمل کرنے سے ہو جاتا ہے۔ واضح مثال ہے کہ حضور اقدس نے 63 برس اپنی حیات مبارکہ میں کبھی ایک دن بھی غصہ نہیں کیا، اس سے بڑی سنت اور کیا ہوگی، زندگی بھر کبھی بدلہ نہیں لیا، گالیوں کے بدلے میں دعائیں دیں، ماریں کھا کر بھی دعائیں دیں۔ اگر ہم آج خود کو اس تعلیم پر عمل کرنے کے قابل بنالیں تو ہمارا اخلاق بھی ان چار باتوں پر عمل کرنے سے اللہ کے فضل سے نوے فیصد تک ٹھیک ہو سکتا ہے۔

اور محبت سے انسان میں سات سے آٹھ خوبیاں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ جب وہ محبت پر عمل پیرا ہوتا ہے تو عفو و درگزر اس میں آجاتا ہے، قربانی کا جذبہ اس میں آجاتا ہے۔ بہت سے محاسن محبت کی وجہ سے انسان میں آجاتے ہیں۔ تو بابا جان نے ہمارے لیے بیعت نامہ میں لکھ دیا کہ ان دو چیزوں کو چھوڑ دیں اور ان دو چیزوں کو اپنالیں۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ سب سے پہلے ہمارا اخلاق پاکیزہ ہو جائے۔

تو یہ مختصر سی ہماری تعلیم تھی۔ اس کے علاوہ جو عام مسلمان کے لیے تعلیم ہے، غیبت، چغلی کھانا، بدگمانی وغیرہ یہ سب کبیرہ گناہ ہیں، ان سے بچنا ہوتا ہے۔ مگر وہ چیز جس کی وجہ سے ہم ان سب چیزوں سے بچ سکتے ہیں وہ یہی ہے۔

قبلہ بانی سلسلہؒ کو جتنا وقت ملا ماشاءاللہ، آپؒ نے کام کیا اور آپ اطمینان کی حالت میں تشریف لے گئے۔ پھر ہمارے سامنے کچھ مسائل آگئے، ہم نے suffer کیا لیکن پھر اللہ نے ہماری اصلاح کا بندوبست کر دیا کہ قبلہ بانی سلسلہؒ کے ہی تربیت یافتہ بزرگ جناب قبلہ محمد صدیق ڈارؒ سے ہمیں ملا دیا۔ آپؒ نے 1991 میں اس حلقے کی بنیاد اٹھائی اور 23 سال کے مختصر سے عرصے میں پاکستان کے کونے کونے میں منتشر بھائیوں کو اکٹھا کر کے اور ان کے لیے ایک مرکز تعمیر کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہمارے سامنے انہوں نے مثال پیش کی کہ

ہمت اور مسلسل جدوجہد سے کوئی کام بھی ناممکن نہیں رہتا۔ آج بھی ہم اگر غفلت سے کام لیں اور بزرگوں کی دی ہوئی practical تعلیم پر عمل نہ کریں تو یہ ہماری بدقسمتی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے یہ ہماری بدقسمتی ہوگی کہ ہم ان کے دیے ہوئے اشاروں، ان کی دی ہوئی بنیادوں کو ہلا دیں اور عمل نہ کریں۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ آپ میں سے ہر آدمی ایک ایٹم بم ہونا چاہیے۔ ایسا آدمی جس کے متعلق ہر آدمی یہ کہے کہ اس شخص نے تو کبھی جھوٹ نہیں بولا، نہ وعدہ خلافی کی نہ ہی یہ شخص خائن ہے۔ ہمیں دیکھتے ہی ہر شخص یہی کہے۔ جیسے حضور اکرم ﷺ کو اہل قریش نام سے زیادہ صادق اور امین کے اوصاف سے پکارتے اور پہچانتے تھے۔ آج ہمیں بھی اسی کردار کی ضرورت ہے ہم لاکھ عبادات کریں جو مرضی کریں لیکن اگر ہم اپنے کردار کو اس کردار کے مطابق نہیں بنائیں گے تو ہم ولی الشیطان تو بن سکتے ہیں مگر ولی اللہ نہیں بن سکتے۔ یہ ذہن میں رکھیں اور ذہن میں پکا کر لیں اور آج سے ہی وعدہ کریں کہ آج کے بعد ہم انشاءاللہ کوئی ایسا کام، کوئی ایسی بات نہیں کریں گے جو سنت کے خلاف ہو، جس کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ عام طور پر ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام کریں گے لیکن پھر کرتے نہیں۔ یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بری بات ہے کہ جو کہیں وہ نہ کریں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان ساری باتوں کا دھیان کرتے ہوئے اللہ کے احکام پر اللہ کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں تا کہ ہم ایک مثالی گروہ اور یہ حلقہ ایک مثالی حلقہ بنے۔ آمین

وما علینا الا البلٰغ المبین

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی رحمۃ اللہ علیہ

(عزیز عارف)

جناب قبلہ محمد صدیق ڈارؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے تیسرے شیخ تھے۔ آپ ایک منفرد شخصیت کے حامل توحیدی تھے۔ برادران سلسلہ عالیہ توحیدیہ اور عوام الناس کی معلومات کے لیے ذیلی سطور میں آپؒ کے بارے میں چیدہ چیدہ باتیں عرض خدمت ہیں۔

آپ 2 جولائی 1935 کو بمقام نوکھر (تب ضلع گوجرانوالہ اور اب ضلع حافظ آباد) میں جناب امام دین ڈار صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ مشہور صوفی بزرگ عبدالصبور ڈارؒ کے خاندان سے ہیں۔ آپ نے 1940 میں اپنے تایازاد بھائی سے قرآن پاک ناظرہ پڑھا۔

1950 میں میٹرک کا امتحان قلعہ دیدار سنگھ کے گورنمنٹ سکول سے 603 نمبر لے کر امتیازی حیثیت میں پاس کیا۔ اور 13 فروری 1952 کو آپ نے پاکستان ائر فورس کی ایروناٹیکل انجینئرنگ برانچ بطور ٹیکنیشن جوائن کی۔ پاک فضائیہ میں دوران ملازمت آپ نے ہمیشہ اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا۔

1958 میں آپ کی شادی کر دی گئی۔ 1959 میں آپ کی بیٹی پیدا ہوئی۔ اور پھر 1962 میں آپ کے بڑے بیٹے خالد محمود ڈار پیدا ہوئے جو پنجاب پولیس میں ڈی۔ ایس۔ پی کے عہدے پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ازاں بعد آپ کے دوسرے ہونہار سپوت جناب حامد محمود ڈار 1964 کے اواخر میں پیدا ہوئے اور پاک آرمی میں بریگیڈئر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ اور آخر میں آپ کو اللہ میاں نے ایک اور بیٹی مرحمت فرمائی تو آپؒ کو ہمارے پیارے نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق دو بیٹیوں کی پرورش کا شرف حاصل ہو گیا۔ جس میں آپ

ﷺ نے دو انگلیوں کے اشارہ سے فرمایا کہ جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی قیامت کے دن میرے ساتھ ایسے کھڑا ہوگا جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں۔

دوران ملازمت آپ کو لاہور، چکلالہ، راولپنڈی، رسالپور، کورنگی کریک اور میانوالی اور برادر مسلم ملک لیبیا میں خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔ آپ نے بہت سے ٹیکنیکل اور انتظامی کورسز کیے جہاں ہمیشہ انفرادی حیثیت میں کامیاب ہوتے رہے۔

1959 میں آپؒ لاہور سے چکلالہ پوسٹ ہوئے اور اسی برس آپ کا تعارف سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے ہوا۔ تعلیمات پسند آئیں اور انفرادیت کا مقام برقرار رکھتے ہوئے شبانہ روز محنت کی اور قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے دست شفقت پر بیعت ہو جانے کے محض ایک سال کے قلیل عرصہ میں آپ کو بانیٔ سلسلہ نے اپنا مجاز روحانی مقرر فرما دیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف 25 برس تھی اور مجازین کرام میں کم عمر ترین مجاز مقرر ہوئے تھے۔ بانی سلسلہؒ نے فرمایا ''آپ تو کب سے مجاز بنے ہوئے ہیں اور آپ کو پتہ بھی نہیں''۔

1963 میں طریقت توحیدیہ کی پہلی تقسیم نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی تو قبلہ انصاریؒ نے آپ کو آٹوگراف دیا ''محبت و صداقت تمہیں خدا سے ملا دے گی''۔

1971 میں آپ نے انسٹرکٹرٹریننگ کورس ہمیشہ کی طرح امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا اور 1972 میں آپ کو بطور انسٹرکٹر کورنگی میں واقع پاک فضائیہ کے سکول آف ایرو ناٹکس میں تعینات کیا گیا جہاں آپ نے سینکڑوں طالبان راہ حق کو تعلیمات توحیدیہ سے روشناس فرمایا۔ راقم الحروف بھی اسی نرسری کی پیداوار ہے۔

آپؒ کی حیات مبارکہ کا احاطہ تو ضخیم کتب میں بھی ممکن نہیں، تاہم اپنی علمی کم مائیگی کے باعث اختصار کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ چونکہ آپؒ کی انفرادیت کے حوالے سے عرض کرنا مقصود ہے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ قائداعظمؒ نے جب پہلی مرتبہ پاکستان ایئرفورس اکیڈمی رسالپور کا دورہ کیا تو اپنے خطاب میں فرمایا کہ

Pakistan must built an Air Force of its own that should be An Force second to None آپ ہمیشہ ان الفاظ کی پاسداری فرماتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ قائداعظم کی ائیر فورس اور قبلہ انصاریؒ کے توحیدیوں کو 2nd to none ہی ہونا چاہیے۔

فضائیہ کی اعلیٰ کارکردگی کے اعتراف میں آپؒ کو چیف آف ائر سٹاف کی تعریفی سند اور تمغہ خدمت 2 کے اعزاز سے نوازا گیا۔ کورنگی کریک میں آپؒ کے سرکاری گھر میں مےتوحید پینے پلانے اور وعظ و ارشاد کی محافل اکثر رات بھر جاری رہا کرتی تھیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اتنی جلدی روحانی ترقی کیسے کر لی تو آپؒ نے فرمایا کہ اللہ میاں کی دین ہے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ جب تعلیم کی سمجھ آ گئی تو ایسے ذوق وشوق سے عمل کیا کہ پیچھے مڑ کے نہیں دیکھا۔ کبھی اور کسی حال میں ذکر نفی اثبات یعنی بیٹری چارجنگ میں ناغہ نہیں کیا۔ فرمانے لگے کہ ناغہ کے، راہ سلوک میں نقصان کو یوں سمجھیں (یہ بات راقم کی تحریر، مئی کے شمارہ فلاح آدمیت میں آ چکی ہے) مکرر عرض ہے کہ بقول قبلہ ڈارؒ "آپ ریل میں کوئٹہ جا رہے ہیں۔ سبی سے ریل کو چڑھائی کے پیش نظر دو انجن لگائے جاتے ہیں۔ چڑھائی چڑھتے ہوئے اگر ایک انجن فیل ہو جائے یا اتار دیا جائے تو ریل چڑھائی چڑھنے کی بجائے ریورس ہونا شروع ہو جائے گی۔ اگر کراچی نہ بھی آئی تو حیدرآباد تک تو آ ہی جائے گی۔ یہی حال ذکر نفی اثبات کا ہے کہ ایک دن کا ناغہ آپ کے راہ سلوک کو ریورس کر دیتا ہے۔ لہٰذا کسی صورت میں ناغہ نہیں کرنا اور کچھ نہیں تو دس ضربیں ہی لگا لیں۔ کم از کم بریک لگ جائے گی اور اگلی مرتبہ جب نفی اثبات کرو گے تو وہاں سے آگے جاؤ گے۔

آپؒ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ائر فورس کے مجلّہ جات میں آپ کی انگریزی کی نظمیں چھپا کرتی تھیں اور بارہا آپ کو کیش انعامات سے بھی نوازا گیا۔ قرآن پاک کا مطالعہ قبلہ انصاریؒ کے فرمان کے مطابق جس طرح قبلہ ڈار صاحب نے کیا ہم یہ دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ صرف آپ ہی کا خاصہ تھا۔ مجھے نہیں لگتا کہ اس طریقہ سے کسی اور بھائی نے بھی قرآن پاک کا مطالعہ کیا

ہو گا۔آپ مختلف موضوعات کے بارے میں آیات قرآنی کے حوالہ جات الگ الگ موضوع کی مناسبت سے یک جا فرما کے تحریر کر دیتے تھے اور پھر اپنی تحریروں میں حسب ضرورت نوٹ فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت علامہ اقبالؒ کی کتب کا گہرائی سے مطالعہ کیااور علامہ کے اشعار بھی اپنی تحریروں وارشادات میں بیان فرمایا کرتے تھے۔

برادران سلسلہ کو علم ہے کہ آپ کی کتب مقصود حیات، انسانی زندگی کی روحانی تعبیر اور فرمودات فقیر، سالکان راہ سلوک کے لیے بیش بہا خزانہ ہے۔اور مجلّہ فلاح آدمیت تو قبلہ انصاری صاحبؒ کے خواب کی تعبیر ہے۔جن نا مساعد حالات اور جس محنت شاقہ سے مجلّے کا آغاز اور اجرا فرمایا وہ بھی ایک طویل داستان ہے کبھی تفصیل سے عرض کی جائے گی۔

1972 میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ کنونشن ملتان میں منعقد ہوا جس میں اپنے سالانہ خطبہ چراغ راہ میں بانی سلسلہ توحیدیہ جناب قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے برادران سلسلہ کو ان کی ذمہ داریاں یاد کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ اب آپ لوگ سالانہ چھٹیوں کے دوران دیہاتوں میں جائیں اور وہاں محافل ذکر کا اہتمام کریں۔اور طریقہ یہ کہ جس کو آپ حلقہ میں شامل کرنا چاہیں اس کو باطنی توجہ سے اپنی طرف مائل کریں اور سلسلے کی تعلیم سمجھائیں۔

یہ کام قبلہ حضرت محمد صدیق ڈارؒ نے بطریق احسن انجام دیا۔کنونشن کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ کو بطور انسٹرکٹر کورنگی کریک میں پوسٹ کر دیا گیا۔وہاں کے ٹریننگ سنٹرز سکول آف الیکٹرونکس اور سکول آف ائیرو ناٹکس میں نوجوان اپنی پیشہ وارانہ تربیت کے لیے ہزاروں کی تعداد میں آتے تھے جہاں قبلہ ڈار صاحب آپ کے ساتھ دیگر برادران سلسلہ نے دعوت وارشاد کا کام خوش اسلوبی، محنت سے انجام دیا۔سینکڑوں طالبان راہ حق کو روحانی تربیت اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے متعارف کرانے کا فریضہ قبلہ محمد صدیق ڈارؒ نے احسن طریقہ سے انجام دیا۔راقم الحروف بھی اسی محنت کا ایک ثمر ہے۔

توجہ دینے کے لیے آپؒ نے ٹیکہ لگانے کی اصطلاح وضع فرما رکھی تھی ۔آپ فضائیہ سے سرکاری بس میں مرکزی حلقہ کراچی میں کم وبیش 150 طالبین او ر برادران حلقہ کورنگی کریک سے مرکزی حلقہ میں شامل ہوتے تھے۔ جوان دنوں قبلہ انصاریؒ کے داماد خواجہ فخر الحسن صاحب کے گھر منعقد ہوا کرتا تھا۔ کراچی میں اس وقت سات مختلف مقامات پر ہفتہ وار حلقہ ذکر کی محافل سجتی تھیں اور قبلہ ڈار صاحبؒ اتوار کو چھٹی والے دن ان حلقہ جات کا یکے بعد دیگرے دورہ فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ قبلہ انصاری صاحبؒ کو تجویز پیش کی گئی اور برادران سلسلہ کو بیعت نمبر الاٹ کردیے جائیں جو ایک قسم کا رجسٹریشن ہوگی۔ قبلہ ڈار صاحب نے باباجی انصاریؒ سے عرض کیا کہ یہ بیعت سال کے حساب سے ہو کہ مثلاً 1955 میں کون کون بیعت ہوا۔ بہت سے بھائیوں نے ذمہ داری لی مگر بالآخر 1973 میں قبلہ ڈار صاحبؒ نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور سخت محنت سے year wise ڈیٹا جمع کر کے بھائیوں کو ابتدائے سلسلہ سے 1973 تک کے سب بیعت نمبر الاٹ کر کے رجسٹر میں تحریر کر دیے اور قبلہ انصاریؒ کو پیش کیا کہ ''حضور یہ ہے آپ کا گلشن توحید'' بیعت نمبر دیکھ کر معلوم ہو جاتا تھا کہ فلاں بھائی فلاں سال میں بیعت ہوئے اور کس قدر روحانی ترقی کی۔

جولائی 1976 کو آپ کی پوسٹنگ میانوالی بیس پر ہوگئی جہاں آپ کو بطور رجے سی او فلائیٹ سیفٹی آفیسر مقرر کر دیا گیا جو پاک فضائیہ میں اپنی نوعیت کی پہلی تقرری تھی۔ جہاں آپ 30 مئی 1978 کو پاک فضائیہ سے سبکدوش ہوگئے اور آپ نے 26 سال تین ماہ اور 17 دن ائیر فورس کی ملازمت کی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کو برادر مسلم ملک لیبیا بھیج دیا گیا۔

1982 میں لیبیا سے واپسی پر آپ نے سنت رسول پاک ﷺ سمجھ کر کپڑے کی تجارت کا آغاز اپنے آبائی قصبہ نوکھر سے کیا۔ جب آپ نے شیخ سلسلہ کا منصب سنبھالا تو 1992 میں آپ نے کپڑے کی دکان اپنے بھتیجے عامر محمود کے سپرد کر دی۔ دکان ''ڈار کلاتھ ہاؤس''

کے نام سے شروع کی تھی۔

بطور شیخ ثالث سلسلہ عالیہ توحیدیہ نامزدگی۔

قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے آئین میں تحریر فرما کے اسے عملاً نافذ فرما دیا تھا کہ سلسلہ توحیدیہ غیر وراثتی سلسلہ ہوگا۔ آنے والا شیخ موجودہ شیخ سلسلہ کا رشتہ دار، بھائی کا بیٹا پوتا، نواسہ وغیرہ میں سے نہیں ہوگا اگرچہ وہ اس منصب کا اہل بھی کیوں نہ ہو۔ رشتہ داروں سے الگ ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو طالبان راہ سلوک کی رہنمائی کا فریضہ بطریقہ احسن انجام دے سکے۔ نیز قرآن وحدیث، فقہ، فلسفہ قدیم وجدید، نفسیات اور انتظامی امور کی انجام دہی کا اچھا خاصا علم اور تجربہ کار ہونا لازمی ہے۔

بانی سلسلہ نے تو 1968 میں ہی جناب عبدالستار خانؒ کو اپنا خلیفہ اور مستقبل کا شیخ سلسلہ نامزد فرما کے ان کے لیے برادران سے بیعت بھی لی تھی اور اپنی محبت کا واسطہ دے کے بھائیوں کو عبدالستار خانؒ کا ساتھ دینے کی تلقین وتاکید فرما دی تھی۔

مگر قبلہ خان صاحب اپنی اواخر عمر میں مہلک امراض کا شکار ہو گئے اور اپنا جانشین نامزد نہ کر سکے تو پھر قبلہ انصاری صاحبؒ کے مجازین کرام نے ایک میٹنگ بلائی اور طریقت توحیدیہ میں دیے گئے آئین اور قبلہ انصاری صاحبؒ کی وصیت کی تعمیل کرتے ہوئے مجازین کرام کی اکثریت نے قبلہ محمد صدیق ڈار کو اپریل 1991 کو اپنے میں سے بہتر جانتے ہوئے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب کے لیے نامزد کر کے ان کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔

آپؒ نے دن رات موسموں کی شدت اور اپنے آرام وسکون سے بے نیاز جانفشانی سے احیائے تعلیمات کا آغاز فرمایا۔ ملک کے کونے کونے سے پرانے بھائیوں کو تلاش کیا۔ سفر کیے، خطوط تحریر کیے۔ اور بالآخر سلسلہ کے منتشر شیرازہ کو یکجا کرنے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

قبلہ ڈار صاحبؒ کو ایک مرکزی جگہ درکار تھی جہاں بیٹھ کے وہ رشد وہدایت کا ازسرنو آغاز فرما سکیں۔ چنانچہ آٹھ کنال زمین گوجرانوالہ میں وحید کالونی نزد کوٹ شاہاں خریدی گئی اور

مرکز تعمیر ملت کے نام سے رہائش تعمیر کی گئی۔ بھائیوں سے مال امداد تو دل کھول کے لی مگر انتظام و انصرام قبلہ ڈار صاحب خود ہی فرماتے۔شدید گرمی میں اپنے آبائی گھر سے بس میں بیٹھ کر تشریف لاتے اور تعمیراتی کام کی نگرانی فرماتے۔اللہ نے ان کی محنت و جانفشانی کو بالآخر مرکز تعمیر ملت کی خوبصورت شکل میں مکمل کر دیا۔جہاں راہ سلوک اور روحانیت کی تعلیم کا سلسلہ آپ کے وصال 7 جولائی 2013 تک، 23 سال تین ماہ تک جاری و ساری رہا۔آپؒ قبلہ انصاریؒ کے چہیتے مجاز تھے آپ اکثر آپ کے یہاں راولپنڈی میں آ کے قیام فرماتے اور اپنی ذاتی باتیں بھی قبلہ ڈار صاحبؒ سے شئیر فرماتے۔آپ دوران قیام جس لہجے میں ذکر نفی اثبات کرتے تھے قبلہ ڈار صاحبؒ تا حیات اسی انداز میں ذکر کرتے اور کراتے رہے جو ایک سٹینڈرڈ ٹون تھی۔اپنی حیات مبارکہ میں ایک مرتبہ جب قبلہ انصاری صاحبؒ نہایت علیل تھے آپ کو ایک ہزار مرتبہ درود شریف کشف کیا گیا تھا جسے قبلہ ڈار صاحبؒ نے تعلیم کا حصہ بنا دیا اور بھائیوں پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود پاک پڑھنا لازمی قرار دیا جس کے لیے سہولت موجود ہے کہ باوضو ہو کر قبلہ رو بیٹھ کے چاہیں تو ایک نشست میں ایک ہزار مرتبہ درود پاک پڑھ لیں یا ہر نماز کے بعد دو سو مرتبہ پڑھ لیا کریں جو کل ملا کر ایک ہزار مرتبہ ہی ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے ذکر پاس انفاس کا ایک نکتہ ارشاد فرمایا تھا جو تصوف کی تاریخ میں آج تک بیان نہیں ہوا تھا۔کہ پاس انفاس ایسی طلب اور چاہت سے کیا جائے کہ جب اللہ کا ذکر کرو تو تمہارے دل میں اس کے دیدار کی خواہش بھی ہونی ضروری ہے یعنی جب تم اللہ کہو تو ساتھ ہی دل میں یہ خواہش ہو کہ ''اپنی لقاء سے مشرف فرما، مجھے نظر آ جا، اپنا جمال جہاں آرا دکھا دے'' اس کے لئے دس پندرہ منٹ ایسے مقرر کر لو جب کوئی آپ کے ذکر میں مخل نہ ہو۔اور اسی خواہش اور تڑپ کے ساتھ ذکر کرو تو پانچ منٹ کا ذکر چوبیس گھنٹوں کے ذکر سے بھی افضل ہو گا اور برسوں کا سفر چند ماہ میں طے ہو جائے گا۔قبلہ ڈار صاحبؒ نے اس کو بھی طریقت توحیدیہ کا ضمیمہ تحریر فرما کے تعلیم کا حصہ قرار دیا تھا۔

قبلہ انصاریؒ کی علالت ،ضعیف العمری اور ٹانگ میں فریکچر کے باعث آپ کے مزاج شناس بھائیوں کو چھٹی کے دوران قبلہ انصاری صاحبؒ کی خدمت اور دیکھ بھال کے لیے بلایا جاتا تھا۔ یکم جنوری 1977 کو قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ ڈیوٹی پر تھے تو قبلہ انصاریؒ نے آپ سے فرمایا کہ ڈار صاحب میری عمر 83 برس ہوگئی ہے، فقیر کا پردہ نہیں رہا، سو مجھے دنیا سے چلے جانا چاہیے۔ چنانچہ قبلہ ڈار صاحبؒ تو ڈیوٹی کے بعد واپس چلے گئے اور اس کے صرف 23 دن بعد یعنی 23 جنوری 1977 کو قبلہ انصاری صاحب دنیا سے پردہ فرما گئے اور اپنے دوست کہ ''می نازد بہ قرب دیاری تو'' کے پاس چلے گئے۔

قبلہ ڈار صاحبؒ نے اپنے وصال 7 جولائی 2013 سے پہلے سالانہ کنونشن کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ اب ان کی صحت بھی ٹھیک نہیں رہتی تو ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اپنے جانشین کا اعلان کر دیا جائے تو آپؒ نے قبلہ محمد یعقوب خان توحیدی کو اپنا جانشین مقرر کر کے سب کے سامنے اعلان فرما دیا کہ وہ اپنی بصیرت و سمجھ بوجھ کے مطابق برادران سلسلہ و مجازین کرام سے بہترین شخصیت کا انتخاب کر رہے ہیں۔ اعلان ہوا تو سب نے اس نظر انتخاب کو دل و جان سے سراہا۔ کیوں کہ قبلہ محمد یعقوب خان قبلہ انصاری صاحبؒ کی مقرر کردہ شرائط کے لحاظ سے بہترین انتخاب تھے اور ہیں۔ آپ کا آبائی علاقہ ضلع مانسہرہ کا گاؤں اوگی ہے جہاں رشیدہ کے مقام پر آپ کی پیدائش ہوئی۔ تعلیم کے بعد آپ نے پاک فضائیہ اور ازاں بعد پی آئی اے میں خدمات انجام دیں۔ پی آئی اے میں آپ کے دور کو آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے وصال کے بعد آپ مرکز تعمیر ملت میں شفٹ ہو گئے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

روزے کا مقصد

(احمد رضا خان)

گوجرانوالہ میں افطاری کے موقع پر کی گئی گفتگو کا خلاصہ

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں روزہ کا مقصد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

ترجمہ : ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیے گئے ہیں۔جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ''۔

آج مختصر سی جو گفتگو یہاں ہوگی اس میں ہم نے جاننا ہے کہ روزے کا مقصد کیا ہے؟ ہم میں سے کسی کو بیس سال ہوگئے ہیں روزے رکھتے ہوئے، کسی کو تیس سال، کسی کو ساٹھ سال مگر یہ جو تقویٰ ہے، یا حصول تقویٰ ہے، یہ کیا چیز ہے؟ یہ آج تک ہم میں سے کسی کو حاصل بھی ہوا ہے کہ نہیں؟ اللہ کہتا ہے کہ روزوں سے تقویٰ حاصل ہوگا، یہ کیا ہوتا ہے؟ اگر ہمیں یہ حاصل ہوا ہے تو بڑی اچھی بات ہے ۔لیکن اگر یہ حاصل نہیں ہوا تو کیا کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ کیسے حاصل ہوتا ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے کہا ہے تو ظاہر ہے اس کی کوئی حقیقت تو ہے ۔ یہ ساری بات سمجھنے کے لیے پہلے آپ کو اپنے آپ کے بارے میں جاننا پڑے گا کہ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ ایک مادّی وجود ہے جو آپ کو سامنے نظر آتا ہے اس کو حیوانی وجود کہہ سکتے ہیں اور ایک حقیقی انسان ہے جو اس مادّی غلاف کے اندر ہے جسکو بالفاظ دیگر روح بھی کہا جا سکتا ہے ۔خود اس کے بارے میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۔ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْن

ترجمہ: ''بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا، پھر اسے سب سے نیچے نیچوں میں سے لوٹا دیا''۔

اس کی مزید وضاحت ان آیات میں بھی کی جا سکتی ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلاَئِكَةِ إِنِّيْ خَالِقٌ بَشَراً مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ (28) فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِن رُّوحِيْ فَقَعُواْ لَهُ سَاجِدِيْن

ترجمہ: ''اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ بے شک میں پیدا کرنے والا ہوں انسان بجنے والی مٹی سے، سڑے ہوئے گارے سے۔ تو جب میں بنا لوں اسے اور میں پھونک دوں اس میں اپنی روح سے تو تم سب گر پڑنا اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے''۔

مذکورہ آیات سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ حقیقی انسان وہی ہے جو اس مادی پنجرے میں اللہ کریم نے اپنی روح سے پھونکا ہے اور وہی حقیقی انسان یا روح دیدار باری تعالیٰ کے جلوے سے فیضیاب ہوتا ہے۔ تبھی تو فرشتوں کو یہ کہا جا رہا ہے کہ جب میں اپنی روح پھونکوں تو سجدہ کرنا جب کہ گارے سے بنا ہوا ڈھانچہ تو پہلے ہی موجود تھا اسکو سجدہ نہیں کروایا بلکہ جوہر انسانی جو خود خدا نے اس کے اندر پھونکا وہ مسجودِ ملائکہ قرار دیا۔ اسی حقیقت کو کسی شاعر نے فارسی کے ان اشعار میں یوں سمویا ہے۔

نور پاک آمدہ در مشت خاک　　　کور چشماں را والے روشن نیم
من نیم واللہ یا راض نیم　　　جان جانم سر سرم تن نیم

ترجمہ: میں ایک پاک نور ہوں جو مٹھی بھر کیچڑ میں سمایا ہے۔ لیکن اندھی آنکھوں والے میری چمک کو نہیں دیکھ سکتے، میں نہیں ہوں اللہ کی قسم اے دوست میں نہیں ہوں۔ میں روح کی روح اور رازوں کا راز ہوں، جسم نہیں ہوں۔

اسی حقیقی انسان کو اپنی محبت کی امانت کا تاج پہنا کر خلافت ارضی عطا کی اور زمین اور اسکی تمام نعمتوں کو اس کے لیے خاص کر دیا تا کہ وہ اپنے آپ کو اس امانت کا اہل ثابت کرے، اس امانت کے بارے میں خود اللہ کریم یوں فرماتے ہیں۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً(الاحزاب 72)

ترجمہ: بے شک ہم نے اپنی امانت پیش کی آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر تو انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ اسے اٹھائیں اور وہ ڈر گئے اس سے اور اس (امانت) کو انسان نے اٹھا لیا''

اپنے خالق کو شعور کی آنکھ سے پہچانے اور اپنی آزاد مرضی سے اپنی صلاحیتوں کو اسکے آگے سرنڈر کرتے ہوئے اس مادی عالم کے امتحان میں کامیاب ٹھہرے۔ ماسوائے اپنے خالق کی پہچان کے اس مادی زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں ہے اسی حقیقت کو علامہ اقبالؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے
مقام پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کے لیے نہ آشیاں کے لیے

مادّی وجود کو اسفل السافلین کہا گیا کہ اس وجود کے اندر حیوانی و شہوانی جذبات اپنے عروج کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہی حقائق کو دیکھ کر ہی تو فرشتوں نے خدا کو کہا تھا کہ

اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفك الدما (البقرۃ:۳۰)

"کیا آپ اسے (انسان کو) بنائیں گے جو زمین میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا"

نیز اس مادی وجود کی خصلتوں میں سے جنسی اشتہا اور بھوک کے جذبات جب مقررہ حد سے بڑھ جائیں تو چوپایوں اور انسانوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ انسان جنسی جبلت کی تسکین کے لیے حلال و حرام اور رشتوں کی تمیز بھول بیٹھتا ہے جیسا کہ چوپایوں کے ریوڑ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ بھوک کے عالم میں چوپایہ یہ نہیں دیکھتا کہ راستے میں اگا ہوا چارے کا کھیت اس کی اصل چراگاہ ہے یا نہیں بلکہ وہ ہر جگہ منہ مارتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ کسی جانور کو جب اس کی کھرلی میں بھی چارہ دیا جائے تو وہ آدھا کھاتا ہے اور آدھا ادھر ادھر منہ مار مار کر برباد کر دیتا ہے اور اپنے سامنے سے کھانے کی بجائے دوسرے کی کھرلی میں منہ مارتا ہے۔

ان مشاہدات کی روشنی میں انسان کے حیوانی وجود کا تجزیہ کریں تو کیا اکثریت جانوروں کے مماثل نظر نہیں آتی؟ کیا رزق کھانے سے پہلے انسان سوچتا ہے کہ یہ اس کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ کھانے کے دوران بھی انسان اپنے معدے کی بجائے اپنے نفس کی مان کر حلق تک غذا ٹھونستا اور مزید برآں اس سے دگنی برباد کرتا ہے۔ کیا یہ مظاہرے شادی اور دیگر اجتماعات پر ہمیں نظر نہیں آتے؟ الا ماشاءاللہ

کسی جگہ ایک جملہ سنا تھا جو برمحل معلوم ہوتا ہے کہ "انسان ایک چیز کو ساری عمر خالی کرتا ہے مگر وہ خالی نہیں ہوتی اور دوسری چیز کو ساری عمر بھرتا ہے مگر وہ بھرتی نہیں۔ پہلی شرمگاہ ہے اور دوسری پیٹ۔"

اب مذکورہ حقائق کی روشنی میں ہمارے لیے روزہ کے حکم اور اثرات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ دورانِ روزہ جو تقاضا خصوصی طور پر ہم سے خدا کی طرف سے کیا جاتا ہے وہ جنس اور بھوک کی خواہش سے باز رہنا ہے۔ جب کہ آنکھوں، کانوں اور ہاتھوں کے روزے کی جو بات

کی جاتی ہے(ان کو یعنی برائی سے باز رکھنا) وہ تو رمضان کے علاوہ بھی عمومی حکم میں داخل ہے ہمارا بنانے والا بہتر جانتا ہے کہ ہماری اصلاح بہتر انداز میں کیسے ہو سکتی ہے ۔اس لیے اس نے ہمارے مادی وجود کی خواہشات کو روک کر ہمارے روحانی وجود کی نشو نما کا سامان فراہم کیا ہے ۔ اگر مادی جسم رزق او ر دیگر جبلی خواہشات سے تسکین ونشونما پا تا ہے تو روحانی وجود اللہ کے ذکر اور نیکیوں سے جلا پا تا ہے ۔ روزے کی حالت میں انسان مادی وجود کے تقاضوں کو مخصوص اوقات کے لیے، یکسر نظر انداز کرتا اور روحانی وجود کو ترجیح اول بنا کر تلاوت قرآن کریم، نوافل، تراویح کا اہتمام، صدقہ وخیرات اور نماز پنجگانہ با جماعت کی پابندی کے ذریعے اس کی بہترین نشونما کرتا ہے ان تمام حسنات کے اثرات کی بدولت اس کی روح لطیف سے لطیف تر ہوتی جاتی ہے اور اللہ کے قرب کی منازل طے کرتی جاتی ہے اور بالآخر بارگاہ ایزدی میں جا پہنچتی ہے ۔اسی لیے تو حدیث قدسی میں فرمایا گیا ''الصوم لی و انا اجزی به ''روزہ میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا ہوں یا خود جزا دوں گا ۔

اتنا بڑا انعام اسی لیے ہے کہ بندے نے ثابت کر دیا کہ میرے لیے مادی لذات کے مقابلے میں روحانی وجود کی ضروریات زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اور ایک ماہ کا یہ ریفریشر کورس اگر بحالت ایمان اور اسکی حقیقی روح کے مطابق کیا جائے تو آئندہ رمضان تک اپنے اثرات رکھتا ہے ۔اس مادی وجود کا لباس درحقیقت اصل جوہر انسان کو پہنایا ہی ایک محدود وقت کے لیے گیا ہے جو چند گنے چنے دنیاوی سالوں پر محیط ہے جسے بالآخر اپنا وقت یہاں پورا کرنے کے بعد خاک کا رزق بن جانا ہے جبکہ اس کا جوہر ختم نہ ہوگا اور جس قدر اس کی پرورش کا سامان یہاں پر کیا گیا تھا اب برزخ (جو نہ جانے کتنے اربوں سالوں پر محیط ہے) میں اسی کے مطابق اس سے سلوک کیا جا رہا ہے ۔اور قیامت میں پھر اس جوہر کو مادی لباس میں داخل کر کے محشر میں اکٹھا کر لیا جائے گا ۔

رمضان کو نیکیوں کا موسم بہار اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں نیکی کرنا آسان بنا دیا جاتا ہے

انسان کو اس کے اولین دشمن شیطان کی وسوسہ اندازی سے محفوظ کر دیا جاتا ہے اور دوسرے دشمن نفس کی خواہشات کو روزے کے ذریعے لگام ڈال دی جاتی ہے جیسے بہار میں ہر پھول و درخت وغیرہ افزائش و بڑھوتری میں اپنے جوبن پر ہوتے ہیں کیوں کہ ان کو سازگار موسم اور پانی کی بہتات میسر ہوتی ہے اسی طرح انسان کو روزے کی حالت میں اندرونی و بیرونی ماحول سازگار ملتا ہے جس کی وجہ سے اس کی روحانی افزائش بہت تیزی سے ہوتی ہے ۔ ایک صوفی تو غیر رمضان میں بھی اسی spirit کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا اور روحانی وجود کو مادی وجود پر فوقیت دیتا ہے ۔ بھوک مادی وجود میں پائی جانے والی بہیمیت کو کتنے احسن طریقے سے راہ راست پر لاتی ہے اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے

شیر ایک خونخوار درندے کی حیثیت سے جانا جاتا ہے ۔ جو اپنے شکار کو بے رحمی سے چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے ۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہی درندہ سرکس میں ایک انسان کے اشارے پر اٹھتا بیٹھتا اور کرتب دکھاتا ہے ۔ یہ سارا کمال بھوک کا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنی درندگی کو بھول جاتا ہے ہوتا یوں ہے کہ جب شیر کو سدھانے کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے تو اسے تنہائی میں قید کر کے بھوکا رکھا جاتا ہے ۔ یہ سلسلہ کئی دن تک جاری رہتا ہے ۔ ہر آنے والے دن میں شیر کی درندگی بتدریج کم ہوتی جاتی ہے اور اس پر ضعف کا غلبہ ہونے لگتا ہے ۔ وہ شیر جو پہلے دن دھاڑیں مار رہا ہوتا ہے ہفتے کے اندر اندر ہی لائن پر آجاتا اور بھیگی بلی بن کر ایک کونے میں دبکا رہتا ہے ۔ پھر اس حالت میں ٹرینر ہاتھ میں کوڑا لیے آتا ہے اور شیر پر برسانا شروع کر دیتا ہے ۔ اس کی حالت پہلے ہی بھوک کی وجہ سے غیر ہو چکی ہوتی ہے اس پر یہ کوڑا اس کے لیے دس گنا زیادہ تکلیف دہ بن جاتا ہے اور وہ آگے لگ کر بھاگنا شروع کر دیتا ہے ۔ اسی موقع پر اسکا ماسٹر ایک دو ٹکڑے گوشت کے ایک رنگ کے سامنے لٹکا دیتا ہے ۔ جسے کھانے کے لیے شیر رنگ میں سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے اور کئی کوششوں کے بعد کامیاب ہو جاتا ہے ۔

اس مثال کے ذریعے ہم پر بخوبی واضح ہو گیا کہ درندگی اور بہیمیت کو کچلنے کے لیے بھوک اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی لیے ہمارے خالق و مالک نے ہمارے مادی وجود کے اس جذبے کو حد اعتدال میں رکھنے کے لیے رمضان کے روزوں کو حکماً نافذ کیا ہے۔ تا کہ ہمارے اندر موجود اصل جوہر انسانی ترقی کرے اور لطیف سے لطیف تر ہوتا جائے۔

پرانے زمانے کے بزرگان اسی حکمت کے پیش نظر اپنے مریدین کو کئی کئی ماہ کے روزے رکھواتے حتیٰ کہ ان کے جسم سوکھ جاتے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اسے ہر امت میں رائج کیا اور امت محمدی ﷺ پر کمال مہربانی کرتے ہوئے اس کا دورانیہ محدود اور ہر موسم میں رکھا۔ اس کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا۔ سحری جیسی نعمت سے نوازا، اور سب سے بڑھ کر اس ماہ مبارک میں قرآن جیسی عظیم الشان اور بابرکت کتاب سے نوازا۔ مزید برآں لیلۃ القدر جیسی گراں قدر نعمت عطا کی۔ ساری سہولتیں کس لیے؟ صرف اس لیے کہ شیطان و نفس کے چنگل میں پھنسے غافل انسانوں کو support ملے اور یہ لوگ اپنے روحانی اور حقیقی وجود کی ترقی و افزائش کا سامان کر کے اپنا مقصد حیات (جس کے لیے دنیا کا میدان عمل سجا ہے) حاصل کر لیں۔

آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم بطور توحیدی و سالک کے عام مسلمانوں سے کہیں زیادہ ان کیفیات کو محسوس کر سکتے اور زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں لہٰذا ان دنوں کو غنیمت جانتے ہوئے قبلہ انصاریؒ کی تعلیم پر پیہم عمل کے ذریعے اللہ کا قرب و لقاء ضرور حاصل کریں۔

اللہ ہمارے ارادے میں پختگی اور عمل میں اخلاص مرحمت فرمائے۔ آمین۔

قربانی کی تاریخی اہمیت اور اس کا پس منظر

(مولانا مودودیؒ)

قربانی درحقیقت حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے۔ جن کی پوری زندگی ایک مجسم قربانی تھی۔ وہ آج سے چار ہزار سال پہلے عراق کی سرزمین میں ایک بت پرست اور ستارہ پرست قوم میں تولد ہوئے۔ ان کا اپنا خاندان مذہبی پجاریوں کا خاندان تھا لیکن انہوں نے اپنی برادری اور قوم کے سامنے صاف اعلان کر دیا کہ میرا راستہ تم سے الگ ہے۔ میں شرک اور بت پرستی میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی پہلی قربانی تھی۔ یہ پہلی چھری تھی جو انہوں نے باپ دادا کی اندھی تقلید پر خاندانی اور قومی تعصّبات پر اور نفس کی ان تمام کمزوریوں پر پھیر دی جن کی وجہ سے آدمی اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف ایک راستے پر اس لیے چلتا رہتا ہے کہ برادری اور قوم اور دنیا اسی پر چل رہی ہے۔

اس اقرار اور اعلان کے بعد حضرت ابراہیمؑ خاموش نہیں بیٹھ گئے بلکہ انہوں نے اپنے آبائی اور قومی مذہب کے خلاف اعلانیہ تبلیغ شروع کر دی۔ انہوں نے اپنے باپ کو، اپنے خاندان کو، اپنی قوم کو اور اپنے ملک کے بادشاہ کو شرک سے باز آنے اور توحید کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ شاہی خاندان کے اقتدار کی بنیاد ہی یہ عقیدہ تھا کہ بادشاہ دیوتاؤں کی اولاد ہے۔ اس لیے حضرت ابراہیمؑ کی دعوت توحید لازماً حکومت وقت کے بنیادی نظریے سے ٹکراتی تھی۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں زندہ جلانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے آگ کے الاؤ میں پھینکا جانا گوارا کر لیا مگر یہ گوارا نہ کیا کہ جس حقیقت پر وہ ایمان لا چکے تھے اس سے پھر جائیں اور اس کا اعلان ترک کر دیں۔

یہ حضرت ابراہیمؑ کی دوسری عظیم الشان قربانی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے انہیں آگ کے عذاب سے بچالیا لیکن اس کے بعد ان کا اپنے ملک میں ٹھہرنا غیر ممکن ہوگیا۔ آپ نے اپنا گھربار، خاندان اور ملک چھوڑ کر جلاوطنی اختیار کی۔ باہر بھی کہیں آپ کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ کبھی شام میں تو کبھی فلسطین میں، کبھی مصر میں تو کبھی حجاز میں۔ غرض ساری عمر یوں ہی ملک کی خاک چھانتے گزر گئی۔ آپ کو دنیا کے عیش اور زندگی کے سر و سامان کی طلب نہ تھی۔ طلب تھی تو صرف اس چیز کی کہ جس حق پر وہ ایمان لائے ہیں اسے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچائیں۔ اس طلب کے پیچھے انہوں نے ہر مفاد اور آسائش کو تج دیا۔ یہ ان کی تیسری قربانی تھی۔

اس خانہ بدوشی کے عالم میں جب کالے بال سفید ہو گئے تو خدا نے انہیں ایک بیٹا دیا۔ انہوں نے اس اکلوتے بچے کو پالا پوسا۔ حتیٰ کہ وہ اس عمر کو پہنچا جب اولاد والدین کے کام میں ہاتھ بٹانے کے قابل ہو جاتی ہے۔ ایک طرف بیٹا وہ بھی اکلوتا اور جوانی کو پہنچا ہوا، دوسری طرف بوڑھا باپ جو جوان اولاد کے سہارے کا سب سے زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ ہر شخص تصور کر سکتا ہے کہ اس باپ کو وہ بیٹا کیسا عزیز ہوگا۔ مگر مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ اسے خدا اور اس کی مرضی سے بڑھ کر کوئی چیز بھی عزیز نہ ہو۔ اس لیے وہ ساری قربانیاں بھی کافی نہ سمجھی گئیں جو یہ بندہ اپنے خدا کے لیے ساری عمر کرتا رہا۔ ان سب کے بعد اس بندہ مسلم کا آخری امتحان لینا ضروری سمجھا گیا اور وہ یہ تھا کہ آیا وہ اپنے عزیز ترین بیٹے کی محبت کو بھی خدا کی محبت پر قربان کر سکتا ہے یا نہیں؟۔ چنانچہ یہ امتحان لے ڈالا گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ بوڑھا باپ اپنے خدا کا محض اشارہ پاتے ہی اپنے اکلوتے نوجوان بیٹے کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ یہ اور بات ہے کہ خدا کو لڑکے کا خون مطلوب نہ تھا۔ محض محبت کی آزمائش مقصود تھی۔ لیکن اس مسلمان نے اپنی نیت کی حد تک تو

اپنا لختِ جگر اپنے خدا کے اشارے پر قربان کر ہی دیا تھا۔ یہ تھی وہ آخری اور عظیم ترین قربانی جسے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اسلام، ایمان اور اپنے خدا کے ساتھ وفاداری کے ثبوت میں پیش کیا تھا۔ اس کے انعام میں خدا نے انہیں دنیا کے تمام انسانوں کا امام بنایا اور اپنی دوستی کے مرتبے پر سرفراز کیا۔

یہی وہ قربانی ہے جس کی یادگار دنیا بھر کے مسلمان عیدالاضحیٰ کے روز جانور ذبح کر کے مناتے ہیں۔ قربانی کی اس رسم میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سیرت کو ممثل کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک عملی یادگار ہے جو اس لیے قائم کی گئی ہے کہ ہر مسلمان کے گھر میں ہر سال اس نمونے کی زندگی کا سبق تازہ ہوتا رہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کے اندر قربانی کی وہی روح اور خدا کے ساتھ محبت اور وفاداری کی وہی شان پیدا ہو جائے جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زندگی میں کیا۔ کوئی تعصب، کوئی دلچسپی، کوئی ذاتی مفاد، کوئی دباؤ اور لالچ، کوئی خوف اور نقصان غرض اندر کی کوئی کمزوری اور باہر کی کوئی طاقت ایسی نہ ہو جو ایک مسلم کو راہِ حق سے ہٹا سکے۔ اسے ہر تعلق کو قربان کر دینا آسان ہو مگر جو تعلق اسے خدا کے ساتھ ہے اسے قربان کر دینا کسی طرح آسان نہ ہو۔ یہی قربانی کی اصل حقیقت ہے اور آج، ہر زمانے سے بڑھ کر ہم اس کے محتاج ہیں کہ یہ حقیقت ہماری سیرتوں میں پیوست ہو۔ مسلمانوں نے جب کبھی چوٹ کھائی ہے اسی حقیقت سے خالی ہو کر کھائی ہے۔

پروردگار عالم سے رشتہ منقطع ہو جائے تو.....

(امام ابن قیم الجوزیہ)

معاصی کی ایک بڑی سزا یہ بھی ہے کہ بندے اور پروردگار عالم کا رشتہ گناہوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے، اور جب یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو خیر و فلاح کے تمام اسباب و ذرائع اس سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اس کیلئے فساد و شر کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل واضح ہے کہ جس کیلئے خیر و فلاح کے دروازے بند ہو جائیں اور اصلاح و نجات کے اسباب و ذرائع منقطع ہو جائیں اور اپنے مالک اور پروردگار سے، اپنے مولیٰ و آقا سے اس کا رشتہ کٹ جائے، اور ایسے مالک سے کہ جس سے بندہ ایک لمحے کیلئے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا، جس کے بغیر بندے کو چارہ نہیں، جس کے رشتے کا کوئی بدل ممکن نہیں، اس ذات سے رشتہ توڑنے کے بعد بندے کو کون سی فلاح و نجات میسر آسکتی ہے؟ اور وہ کون سی اُمیدیں اور کس سے اُمیدیں قائم کر سکتا ہے؟ اور کون سی خوشگوار زندگی اسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس رشتے کے ٹوٹنے کے بعد فساد و شر کے وہ تمام اسباب و ذرائع اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں جو بندے کو اس کے دشمنوں کے پھندوں میں جکڑ دیتے ہیں اس پر دشمن کی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور اسے اپنے حقیقی مولیٰ کی اطاعت سے دور پھینک دیتے ہیں کون سمجھ سکتا ہے کہ پروردگار عالم سے رشتہ کٹ جانے اور اللہ کے دشمنوں سے رشتہ وابستہ ہونے کے بعد کس کس قسم کے آلام و مصائب اور کس کس قسم کے عذاب اس کیلئے مقدر ہیں؟ بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ وہ بندے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور شیطان کے درمیان لیٹا ہوا پاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بندے سے اعراض کرتا ہے تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس کی ولایت و حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور بندے پر اس کی نگرانی رہتی ہے تو شیطان اس پر کسی طرح قابو نہیں پا سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سبھی نے سجدہ کیا۔ یہ جنات میں سے تھا۔ اپنے پروردگار کے حکم سے نکل بھاگا تو لوگو! کیا ہمیں چھوڑ کر ابلیس اور اس کی نسل کو تم اپنا دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے ازلی دشمن ہیں۔ظالموں کے حق میں یہ بدلہ بہت ہی برا ہے۔'' (سورہ الکہف: ١٨: ٥٠)

حق سبحانہ وتعالیٰ اس آیت میں اپنے بندوں کو خطاب فرماتا ہے کہ تمہارے دادا آدم کو میں نے عزت اور بزرگی بخشی۔ دوسروں کے مقابلے میں اس کی قدر و منزلت کو اونچا کیا اور اسے اس قدر فضیلت و برتری عطاء کی کہ اپنے فرشتوں کو میں نے حکم دیا کہ آدم کی تکریم و عزت کرو، اور اس کے سامنے تم تکریمی سجدہ بجا لاؤ۔ فرشتوں نے میرے حکم کی تعمیل کی، لیکن میرے اور آدمؑ کے دشمن شیطان نے میرا حکم نہیں مانا، میری مخالفت کی، میری اطاعت سے روگردانی کی۔ اے بندو! پھر کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ میرے اور اپنے دشمن اور اس دشمن کی ذرّیات کو اپنا دوست اور مددگار بناؤ اور مجھے چھوڑ دو؟ اور میری نافرمانی کرو اُن کی اطاعت کرو؟ میری مرضی اور رضا مندی کے خلاف ان سے دوستی کرو؟ حالانکہ یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔ تم میرے دشمنوں سے رشتہ قائم کر رہے ہو؟ حالانکہ میں نے تمہیں حکم دیا کہ تم میرے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھو۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے دشمنوں سے جو شخص دوستی رکھتا ہے، وہ بھی بادشاہ کا دشمن ہے اور ویسا ہی دشمن ہے جیسا کہ پہلا دشمن ہوتا ہے۔ محبت، طاعت اور فرمانبرداری کی تکمیل تو جبھی ہوتی ہے جب اپنے مطاع اور مولیٰ کے دشمنوں کو بھی اپنا دشمن سمجھے اور مولا کے دوستوں سے محبت اور دوستی رکھے یہ بھی اس وقت ہے کہ بادشاہ کا دشمن تمہارا دشمن نہ ہو، لیکن وہ حقیقی معنوں میں تمہارا بھی سخت ترین دشمن ہے۔ تمہارے اور اس کے درمیان بکری اور بھیڑیے کی عداوت و دشمنی سے زیادہ عداوت ہے تو پھر تم اسی سے دوستی کا رشتہ کیسے قائم کر سکتے ہو؟ عقلمند آدمی کیلئے کس طرح یہ سزاوار ہے کہ وہ اپنے اور اپنے مولیٰ کے دشمنوں سے دوستی کا رشتہ جوڑے، خصوصاً جبکہ وہ ایسا مولیٰ اور ایسا مددگار ہے کہ حقیقی معنی میں اس کے سوا کوئی مولا اور مددگار ہے ہی نہیں!!! اللہ تعالیٰ نے اس دشمن سے

دوستی رکھنے کونہایت ہی بُرا بتلایا ہے اور صاف صاف فرما دیا ہے:

وھم لکم عدو (الکہف ۱۸: ۵۰) "یہ تمہارے سخت ترین دشمن ہیں۔"

اور پھر اس موالات کو ویسا ہی برا قرار دیا ہے جیسے کہ اس دشمن کو برا قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ففسق عن امر ربّہ (الکہف ۱۸: ۵۰)

"اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔"

ان دو بیانات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شیطان پروردگار عالم کا دشمن ہے اور ہمارا بھی۔ ان میں سے ہر دشمنی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے سخت ترین عداوت و دشمنی رکھی جائے۔ پس بتلایئے کہ شیطان سے یہ دوستی کیسی؟ اور یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ خیر و فلاح کو شر اور برائی کے عوض فروخت کر دیا جائے؟ یقین کیجئے کہ یہ ظلم، بہت بڑا ظلم ہے اور ظلم کرنے والوں کا بدلہ بہت ہی سخت اور برا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ایک لطیف قسم کا یہ عتابی خطاب بھی ہے کہ شیطان میرا دشمن اس لئے ہے کہ تمہارے دادا آدمؑ کو اس نے سجدہ نہیں کیا، میرے حکم کو اس نے ٹھکرا دیا۔ میرے فرشتوں نے میرے حکم کو مانتے ہوئے آدمؑ کو سجدہ کیا تو شیطان سے میری دشمنی صرف تمہاری ہی وجہ سے ہے اور اب اس عداوت اور دشمنی کا یہ نتیجہ؟ کہ تم اس سے مصالحت و دوستی کا رشتہ جوڑ رہے ہو۔

مغربی تہذیب اور اسلام

(عاتکہ سعید)

اسلام ایک آفاقی و ہمہ گیر مذہب ہے جو انسانی زندگی سے متعلق تمام مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور زندگی کے ہر گوشے پر پوری روشنی ڈالتا ہے، اس دین کا سب سے بڑا نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی ۲۳ سالہ مختصر اسلامی زندگی میں تمام مسائل کو عملی جامہ پہنا کر آنے والی اُمت مسلمہ کیلئے مکمل راہ ہدایت فراہم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''آج یہ دین مکمل ہو چکا ہے'' اس کے بعد کسی اور دین کی قطعاً ضرورت نہیں۔ کیونکہ اسلام قال اللّٰہ و قال الرسول کی صداؤں پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا دین اسلام کے مکمل ہو جانے کے بعد اسلامی راستے سے ہٹ کر دوسری راہ پر چلنے کی کوشش کی گئی تو یہ اسلام سے پیٹھ پھیرنے کے مترادف ہوگا۔

افسوس! دنیا میں ایسی ماڈرن تہذیبیں جنم لے چکی ہیں، جو اسلامی شاہراہ سے بالکل ہٹ کر ہیں، انہیں میں آج کی وہ مغربی تہذیب ہے جو اپنی ظاہری جاذبیت اور دلکشی کے باعث پوری دنیا کا محور بن چکی ہے، جس کے نقصان دہ اثرات پوری دنیا پر ڈل چکے ہیں، کیونکہ یہ تہذیب فحاشی، گرم بازاری، نمائش حسن، عریانیت، فیشن پرستی، عیاشی، قمار بازی صنفی آوارگی وغیرہ بدتر رذائل و جرائم سے اپنے آپ کو جوڑ کر پیش کرتی ہے۔ آج کے مغرب زدہ افراد کے اذہان و قلوب قدرے روشن ہونے کے باعث ان کا قلب و جگر ضلالت عمیق کے غار میں ڈوب چکے ہیں۔ ان کا ضمیر اس قدر مفلوج ہو چکا ہے کہ انجام کار کے متعلق کچھ سوچ ہی نہیں سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کا مقصد تخلیق خالص عبادت قرار دیا ہے، اللہ ربّ العالمین، سورہ

ذاریات میں ارشاد فرماتا ہے: "وَمَا خَلَقتُ الجنّ والانس الّا لیعبدون"۔
لیکن آہ! مغرب زدہ حضرات عیش ولذت وشراب وشباب کی دنیا میں بدمست رہنے کیلئے اپنا کوئی دوسرا ہدف حیات نہیں رکھتے۔ توحید سے ان کا رشتہ ٹوٹتا جارہا ہے، مغربی ممالک خدا کے وجود میں کسی نہ کسی کو شریک ٹھہرا کر سرے سے ہی اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہ لعن زدہ یورپ کے مادہ پرست اپنی مادی طاقت پر بدمست ہو چکے ہیں۔ مغرب کے مادہ پرست انسان کو صرف ایک وجود حیوانی سمجھتے ہیں، جس کا نتیجہ یہی ہے کہ مغرب میں حیوانی افعال زنا کاری، عریانیت جیسی مہلک برائیاں منظر عام پر آ گئی ہیں۔ جن کی اسلام نے سخت مذمت اور ممانعت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لا تقربوا الزنا انه کان فاحشه"

ترجمہ: "زنا کے قریب ہی مت جاؤ، کیونکہ یہ کھلم کھلا فحش کاری ہے۔"

اسلام زنا کے مرتکبین کو رجم اور کوڑے لگانے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن مغربی تہذیب اس کا سدِ باب کرنے کے بجائے آزاد جنسی زندگی گزارنے کی کھلی اجازت دیتی ہے۔ حیاء اور شرم سے بے نا بلد قوم بھائی اور بہن کے درمیان جنسی اختلاط کی آزادی کے بھی قائل ہیں۔ اس کے نتائج یہ نکلے ہیں کہ حرام زادوں کی پیداوار اس قدر عروج پر پہنچ گئی کہ حکومت کو ان لاوارث اولاد کے وظائف مقرر کرنے پڑے۔ جب حکومت نے اسے اپنے خسارے میں پایا تو نوجوانوں کو شادی کرنے پر اُبھارا لیکن اس حکومت نے یہ اجازت دی کہ صنفین شادی سے پہلے چند دنوں تک ازدواجی زندگی کی طرح گزاریں اور یہ اندازہ کریں کہ یہ ان کی ازدواجی زندگی شادی کے بعد کامیاب رہ سکتی ہے یا نہیں۔ اسلام نکاح کو نصف ایمان قرار دے کر شادی کے بعد ہی کسی لڑکے کو کسی لڑکی سے جنسی رشتہ قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

مغربی تہذیب کا یہ غیر اخلاقی نظریہ طبی نقطۂ نظر سے بھی تباہ کن ہے۔ اسلامی تعلیمات کو بالائے طاق رکھ کر اگر کسی شادی کو کامیاب بنانے کی کوشش کی گئی تو اس کا انجام ہی بھیانک ہوگا۔ جدید فیشن کے دلدادہ قوم کا نظریہ یہ ہے کہ صنفی عریانیت کے بغیر کوئی قوم ترقی کی

منازل طے نہیں کرسکتی تو کیا عہدرسالت میں اسلام کی ترقی کا یہی راز پوشیدہ تھااور دیگر مسلم حکومتوں کی طرف سے ترقی اور فتح یابی کا راز کیا یہی عریانیت تھی؟ ہرگز نہیں!!

افسوس! پہلے گھروں میں رہنے والی خاتون آج ہوٹلوں، سینما گھروں پر فخریہ ڈانس کرتی ہے۔حالانکہ اسلام نے اس عمل کو دجالی تہذیب قرار دیتے ہوئے بدتہذیبی کی ذرا برابر آمیزش کو بھی یکسر مسترد کردیا ہے۔آج مغربی ممالک کے ڈریس ڈیزائنوں نے ایسے ملبوسات تیار کئے ہیں،جس سے تخمینہ لگایا جاسکتا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں یورپی عورتیں کلچر کا قافیہ پچر سے ملاکر ہی دم لیں گی۔

ذرا غور کیجئے!چہاردیواری میں بند رہنے والی عورت پہلے برقعہ میں لپٹ کر باہر نکلی،پھر نقاب اُٹھ گیا،دھیرے دھیرے حجاب بھی اُٹھ گیا،لیکن پوچھنے پر پتہ چلا:

ے پردہ بیچارہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا (اکبرالہ آبادی)

آج مشرقی دوشیزاؤں پر مغربی تہذیب کا بھوت چھا گیا ہے،حالانکہ اسلام ادنیٰ سی بے پردگی کی اجازت نہیں دیتا، اس ماڈرن ننگی تہذیب کی خام خیالی ہے کہ وہ اسلام پر غالب آکر نبی کریم ﷺ کے فرمان کو غلط قرار دے سکے۔ ہمارے نام ونہاد معاشرے میں کچھ مسلمان اپنے آپ اور اپنے گھروالوں کو مغربیت کے اس فتنہ میں ڈھالنے کی کوشش کررہے ہیں۔لیکن اس سے اسلام کا خدائی قانون ہرگز نہیں بدل سکتا۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں کہ مغربی تہذیب کا خیرہ کردینے والی چمک دمک سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں،اسی میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تم ہی فتح منداور غالب رہوگے،شرط ہے کہ تم مومن بن جاؤ۔'' (آل عمران)اگر ہم مومن ہیں تو مغربیت کی یہ ہیجان ہمارا بال بھی بیکا نہیں کرسکتی،اللہ تعالیٰ ہمیں اس عذاب سے بچائے اوراسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی فضیلت

(مرسلہ: فہد محمود بخاری)

کلمہ طیبہ جس کو کلمہ توحید بھی کہا جاتا ہے، جس کثرت سے اس کا ذکر قرآنِ پاک اور حدیث شریف میں کیا گیا ہے، شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو۔ قرآن پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس پاک کلمہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ قولِ ثابت، کلمہ تقویٰ "مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں) وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے کہ یہ کلمۂ توحید ہے، کلمہ اخلاص ہے، کلمہ تقویٰ، کلمہ طیبہ ہے، "عُرْوَةُ الْوُثْقٰى"، دَعْوَةُ الْحَق ہے، "ثَمَنُ الْجَنَّة" ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا "اَفْضَلُ الذِّكْر" ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوتا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمۂ توحید پر ہے۔ یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے، ایمان کی جڑ ہے، اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی، اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی۔ ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دُنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی، جب تک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔

ترجمہ حدیث: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "سب سے زیادہ سعادت مند اور نفع اُٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہے۔"

ترجمہ حدیث : ''حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ'' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ '' کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔''

ترجمہ حدیث :'' حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے، جب کوئی شخص '' لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ '' کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے، اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھہر جا! وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھہروں؟ حالانکہ ابھی تک کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت نہیں ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کر دی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔''
(رواہ الترغیب، فضائل اعمال)۔''

ترجمہ حدیث : '' حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں وفات پائے کہ '' لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمدالرسو ل اللّٰہ '' کی دِل شہادت دیتا ہو، جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے''۔(احمد و نسائی والحاکم والترمذی)

کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے منبہات میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ اور پانچ ہی ان کے چراغ ہیں:

1- دنیا کی محبت اندھیرا ہے، جس کا چراغ تقویٰ ہے۔
2- گناہ اندھیرا ہے، جس کا چراغ توبہ ہے۔
3- قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمد الرسو ل اللّٰہ '' ہے۔
4- آخرت اندھیرا ہے، جس کا چراغ نیک عمل ہے۔
5- پل صراط اندھیرا ہے، جس کا چراغ یقین ہے۔

رابعہ عدویہ رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور ولیہ ہیں، رات بھر نماز میں مشغول رہتیں، صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح اچھی طرح ہو جاتی، تو گھبرا کر اُٹھتیں اور نفس کو

ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا۔؟ عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے، جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا، تو ایک خادمہ کو وصیت فرمائی کہ یہ اونی گدڑی (جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس) میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت تجہیز وتکفین کر دی گئی۔ بعد میں اس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ: وہ آپ کی گدڑی کہاں گئی، جس میں کفن دیا گیا تھا؟ فرمایا کہ وہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابل رشک بن جاؤ گی۔

متعدد احادیث میں یہ بھی ارشاد نبوی ﷺ وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرسُوْ لُ اللّٰہ ''نصیب ہوجاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے مُردوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا توشہ دیا کرو۔''

حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے لگے، اس سے حساب معاف ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت: ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرسُوْ لُ اللّٰہ ہے۔''

''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرسُوْ لُ اللّٰہ ''سو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایسا ہے کہ گویا اس کے ثواب نے تمام زمین وآسمان کو بھر دیا۔ اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں، جو مقبول ہو۔''

اللہ تعالیٰ سب کو ذکر کی کثرت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین **(فضائل اعمال)**

اخلاقِ حسنہ

(محمد فیصل خان)

مفہوم: 19ویں صدی کے عظیم محقق، عارف باللہ اور ولی کامل حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی کتاب تعمیر ملت میں اخلاق حسنہ کی نہایت سلیس اور جامع تعریف پیش کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ہر انسان کے ذمہ کچھ حقوق ہیں جن کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) حقوق اللہ (2) حقوق نفسی (3) حقوق العباد

حقوق اللہ سے مراد وہ افعال ہیں جن کا واسطہ صرف اللہ سے ہے۔ حقوق نفسی ان افعال پر مشتمل ہے جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات کے ساتھ ہے۔ حقوق العباد وہ حقوق ہیں جن کا تعلق دوسرے انسانوں کے ساتھ ہے۔ ان افعال کو معاملات بھی کہا جاسکتا ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا نام اخلاق ہے۔ اگر یہ حقوق نرمی، خوش اسلوبی اور بخوشی خاطر ادا کئے جائیں تو اخلاق حسنہ کہلاتے ہیں اور اگر یہی حقوق سختی اور درشتی، بدسلوکی اور بددلی سے ادا کئے جائیں تو بداخلاقی کہلاتے ہیں۔

بنیاد: محبت و صداقت کو اپنانا اور غصہ و نفرت کو چھوڑ دینا اخلاق حسنہ اپنانے کے لئے مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ یعنی اگر کسی شخص نے محبت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تو اس کے اخلاق خودبخود خوبصورت ہو جائیں گے۔ مگر محبت کے ساتھ صداقت کا ہونا ضروری امر ہے۔ صداقت سے مراد حق کا ساتھ دینا ہے۔ اسی طرح نفرت اور غصہ کو زندگی سے نکال دینے سے انسانی اخلاق خودبخود اخلاق حسنہ بن جاتے ہیں۔

اھمیت اور فوائد : ہر مذہب وقوم میں خوش اخلاقی اور بد اخلاقی کے پیمانے موجود ہیں جو قومیں ان کا پاس رکھتی ہیں وہ دنیا میں آرام و آسائش اور عزت کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ اخلاق حسنہ دنیا و آخرت میں یقینی کامیابی کی ضمانت ہیں۔ اسلام اخلاق حسنہ پر بہت زور دیتا ہے۔

فطرت مسلم سراپا شفقت است
خلق رادست وزبانش رحمت است

(مسلمان کی فطرت سراپا شفقت ہے اور اس کی زبان اور ہاتھ دوسروں کے لئے رحمت ہے)

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو بھلائی سے دفع کیجئے، پھر آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جب کہ قریبی دوست اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہو۔ (سورہ حم السجدہ 35-34)

با اخلاق شخص دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔ برائی کو مٹانے کے دو طریقے ہیں، برے کو مٹا دیا جائے یا برائی کو اچھائی میں بدل دیا جائے۔ اسلام نے دوسرے طریقے کو پسند کیا ہے۔ وہ اخلاق کی تلوار تھی جس کے ذریعے سے فاتح القلوب حضورﷺ نے بڑے سے بڑے دشمن دل فتح کر لئے۔

تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر
بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر

طائف والوں نے آپﷺ پر پتھر برسائے ملک الجبل نے استدعا کی اگر آپﷺ حکم فرمائیں تو اس بستی کو پہاڑوں کے درمیان پیس ڈالوں مگر آپﷺ نے فرمایا:

انی لم ابعث لعانا ، وا انما بعث رحمة (مسلم شریف)

میں لعنت کرنے والا نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے ۔

سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے ۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں ۔

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں ۔

حضور سرورِ عالم کے مندرجہ ذیل ارشادات اخلاق حسنہ کی اہمیت اور فوائد کو اجاگر فرماتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میرے بچے اگر تم سے ہو سکے تو صبح و شام ایسے کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے بارے میں کوئی میل اور کھوٹ نہ ہو، تو یہ ضرور کرو یہ میری سنت ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔(ترمذی شریف)

اکمل المومن ایمانا احسنهم خلقا

کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں (ابو داؤد۔ ترمذی)

مومن اپنے اخلاق کی بدولت دن میں روزہ رکھنے والے اور رات میں قیام کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔(ابوداؤد)

روزِ محشر میزان میں حُسنِ خلق سے زیادہ بھاری کوئی عمل نہ ہوگا۔

ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا

میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں (بخاری شریف)

حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

البعض الرجال الی الله الا لد العضم

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو ضدی قسم کا اور جھگڑالو ہو۔

(ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

المومن غیر کریم و الفاجر خب لیئم

مومن بھولا بھالا اور شریف ہوتا ہے اور فاجر چالاک اور کمینہ ہوتا ہے۔(ترمذی)

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی مکارم اخلاق کی تکمیل ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

انما بعثت الاتمم مکارم الم الاخلاق

میں مکارم (اعلیٰ) اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مسلمان بھائی سے خوش اور ہنس کر ملنا بہترین صدقہ ہے

حضرت نواس بن سمعان راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

البر حسن الاخلاق (مسلم شریف)

نیکی عمدہ اخلاق کا نام ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

احب عباد اللہ الی اللہ احسنھم خلقا

اللہ کے بندوں میں سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو ان میں سب سے زیادہ با اخلاق ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

مامن اثقل فی المیزان المومن یوم القیامۃ من حسن الخلق ۔

قیامت کے دن مومن بندے کے میزان میں حسن خلق سے زیادہ بھاری چیز کوئی نہیں ہوگی۔(ترمذی)

محاسن اخلاق اور معائب اخلاق :

مسلمانوں کے زوال کی بڑی وجہ یہ بھی کہ ان کا اخلاق قرآنی معیار سے بہت ہی زیادہ

گرا ہوا ہے اور جب تک وہ اخلاق میں معیاری ترقی نہ کریں، دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے مقابلے میں ہرگز سر بلند نہیں ہو سکتے۔

محاسب اخلاق سے مراد وہ عوامل یا بھلائیاں ہیں جن سے اخلاق بہتر ہوتا ہے اور معائب اسے مراد وہ عوامل یا برائیاں ہیں جن سے اخلاق خراب ہوتا ہے۔

احسان: ویسٹرن ورلڈ میں اسکو میوچل ہیلپ یعنی امداد باہمی کہا جاتا ہے۔قرآن میں کئی جگہ پر احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ایک دوسرے پر احسان کرو۔احسان جماعت کی شیرازہ بندی اور اتحاد کا ذریعہ ہے۔

دیانت: لفظ دیانت اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے۔دیانت یہ ہے کہ جس چیز پر حق نہیں اسکو ہرگز استعمال میں نہ لایا جائے۔دیانت یہ بھی ہے کہ کسی کا پیغام من وعن پہنچایا جائے کہ وہی پیغام جائے جو کہا گیا ہے۔دیانت یہ بھی ہے کہ حقوق منصبی کو پوری طرح ادا کیا جائے۔

ایثار: ایثار اور سخاوت تقریباً ایک ہی چیز کا نام ہے۔لیکن خیرات اور ایثار میں فرق ہے۔خیرات یہ ہے کہ اگر کچھ اپنی ضروریات سے زیادہ ہے تو اس میں سے ضرورت مندوں کو بھی دیا جائے۔لیکن ایثار یہ ہے کہ اپنی محبوب و پسندیدہ چیز جس کی خود کو ضرورت ہے دوسرے ضرورت مند کو دے دی جائے۔ایثار بہت بلند مرتبہ صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت عزیز ہے۔

ایفائے عہد: اعلیٰ اخلاق کے لئے ایفائے عہد نہایت ضروری امر ہے۔یہ بڑی باتوں میں ہی نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی ضروری ہے۔جس قوم میں وعدہ خلافی عام ہو جائے وہ ترقی نہیں کر سکتی۔وعدہ خلافی سے بہتر ہے کہ وعدہ کیا ہی نہ جائے۔درحقیقت اخلاق حسنہ اور اعلیٰ کردار پیدا کرنے کے لئے وعدے اور وقت کی پابندی ضروری ہے۔

اصلاح: اپنے افراد یا جماعت کی اصلاح کرنا سب سے بڑی نیکی اور ذمہ داری ہے اس کام کے لئے بے انتہاء قابلیت اور خود نیک ہونے کی ضرورت ہے۔پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے

لیکن یہ بدنصیبی کی بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں ہر شخص نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے خود کچھ جانتے نہیں، نیک و بد کو پہنچانتے نہیں لیکن جہاں کسی میں کچھ برائی دیکھی لگے نصیحت کرنے۔

انصاف: جس آدمی یا قوم میں انصاف ختم ہو جائے وہاں تعصب پیدا ہو جاتا ہے جو سراسر گمراہی اور نقصان ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے عصبیت کی وہ ہم میں سے نہیں۔

انتقام اور معافی: مسلمانوں کی قومی تباہی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ برائی کے بدلے برائی جائز سمجھتے ہیں۔ اسلام میں قصاص کا واضح نظام موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ معافی کو پسند فرماتے ہیں معافی کی سب بڑی مثالیں حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر قائم کیں۔ طاقت اور اختیار کے باوجود اللہ کی رضا کے لئے سب کو معاف کر دیا۔

تجسس اعمال اور بدگمانی: یہ معائب اخلاق ہیں۔ انسانی اخلاقی گراوٹ کی ایک بڑی وجہ تجسس اعمال اور بدگمانی ہے۔ سورہ حجرات میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اے ایمان والو بات بات پر بد گمانی نہ کیا کرو کیوں کہ اکثر بدگمانیاں گناہ ہیں"۔ آپ ﷺ نے دوسروں کی ٹوہ لگانے سے منع فرمایا۔

غیبت و بدگوئی: غیبت، بدگوئی اور چغلی نہایت نقصان دہ عادات ہیں جو اخلاق کو خراب کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں غیبت اور سورہ نساء میں بدگوئی سے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غیبت کو زنا سے بھی زیادہ شدید گناہ قرار دیا ہے۔ غیبت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے برائی کی تشہیر ہوتی ہے۔

حسد: یہ نہایت بری عادت ہے۔ اخلاق کی خوبصورتی کو مسخ کر دیتی ہے۔ حسد دوسروں کو خوش دیکھ کر خواہ مخواہ دل میں جلتا رہتا ہے۔ جس سے خود حاسد کو تکلیف ہوتی ہے۔ محسود کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ جن قوموں میں حاسدوں کی تعداد زیادہ ہو گی وہ قومیں تباہ ہو جائیں گی

جھوٹ: جھوٹ اتنا بڑا گناہ ہے اور اس کے نقصانات اس قدر واضح ہیں کہ ان کو بیان کرنے کے لئے طویل وقت درکار ہے۔ مختصراً یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان جھوٹ نہیں بول سکتا۔ دوسرے لفظوں میں عادی جھوٹا شخص اسلام سے خارج ہے۔

کبر و غرور: غرور نہایت سی سخت برائی ہے۔ افراد اور اقوام کی تباہی کے اسباب میں یہ ایک بڑا سبب ہے۔ غرور یہ ہے کہ دوسروں کو اپنے سے گھٹیا، کم درجہ اور ذلیل و حقیر جانو۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ (الحجرات) یعنی خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ غرور جسمانی طاقت، دولت، حسن، منصب، ذات پات، عبادت اور روحانی بزرگی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں فانی ہیں، باقی رہنے والی چیز نیکی اور نیک نامی ہے۔

نیک اعمال جس کی روح اچھے اخلاق ہیں، روح کو روشن کر دیتے ہیں۔ انسان کو پاک کر دیتے ہیں۔ اللہ جو تمام مسرتوں اور توانائیوں کا سرچشمہ ہے اس سے رابطہ قائم کرنا آسان بنا دیتے ہیں۔ حیات مسلسل ہے حسین اخلاق سے روح عظیم و توانا بن جاتی ہے۔ اخلاق حسنہ کردار سازی اور آدم گری کرتے ہیں۔ جو خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے یہی فقیری کا سلیبس ہے کہ گالیاں سن کر دعائیں دی جائیں۔ چاہے یہ بیس دن میں ہو یا بیس سال میں۔

ایک طرف اللہ، اسی رضا، اسکا محبوب ﷺ اور جنتیں اور دوسری طرف شیطان اس کے حواری اور جہنم۔

اہل دنیا یہاں جو آتے ہیں
اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں۔

انتخاب آج بھی آدم کے پاس ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا ماہانہ اجتماع

(حافظ محمد یٰسین)

جناب قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے ہی یہ روایت چلی آرہی ہے کہ لوکل حلقہ جات جیسا کہ گوجرانوالہ، گکھڑ، نوکھر، ڈسکہ، آدم کے چیمہ اور نوشہرہ ورکاں وغیرہ کے بھائی ہر انگریزی مہینہ کے پہلے اتوار شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے ملنے مرکز تعمیر ملت تشریف لاتے ہیں حسب روایت ماہ جولائی 2019 کو بھی درج بالا حلقہ جات سے کثیر تعداد میں بھائی قبلہ بابا جان محمد یعقوب مدظلہ سے فیض یاب ہونے کے لیے مرکز تعمیر ملت پر حاضر ہوئے۔

بانی سلسلہ قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم پیدائش 29 جولائی ہے اور قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال بھی جولائی کے مہینہ میں ہی ،7 جولائی 2013 کو ہوا۔ اسی مناسبت سے ماہ جولائی کا یہ ماہانہ اجتماع خاص اہمیت اختیار کر گیا کیوں کہ اس میں ان بزرگان دین اور اپنے محسنوں کے لیے ایصال ثواب کا پروگرام بھی ترتیب دیا گیا۔

اپنے قارئین کو بتاتے چلیں کہ 6 جولائی یعنی ہفتہ کی رات، شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب مدظلہ نے پورے پاکستان سے خادمان حلقہ کی میٹنگ بھی بلائی ہوئی تھی اسی وجہ سے ان حلقہ جات کے تمام خادمان کو بھی اس بابرکت پروگرام میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس پروگرام میں قبلہ ڈار صاحبؒ کے صاحبزادگان جناب خالد محمود ڈار صاحب اور جناب حامد محمود ڈار صاحب نے خصوصی شرکت فرمائی۔

یہ پروگرام دن دس بجے اجتماعی قرآن خوانی سے شروع ہوا اور قرآن خوانی تقریباً 10:40 تک جاری رہی اس کے بعد حلقہ ذکر کی محفل منعقد ہوئی ،نوکھر کے خادم حلقہ محترم جناب شاہد محمود صاحب نے حلقہ ذکر کرایا۔

اس کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام حکیم سے ہوا جس کی سعادت نو کھر ہی کے بھائی جناب حافظ محمد لیٰسین صاحب نے حاصل کی جب کہ بارگاہ رسالت میں ہدیہ عقیدت ماجد محمود صاحب نے پیش کیا۔اس کے بعد عارفانہ کلام ڈسکہ کے بزرگ بھائی جناب عبدالرشید ساہی صاحب نے پیش کیا۔

اس کے بعد ان بزرگان دین کو خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کی یاددہانی کے لیے اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا۔سب سے پہلے گکھڑ کے بزرگ بھائی جناب عبدالقیوم ہاشمی صاحب نے بانی سلسلہ توحیدیہ کے حالات زندگی اور ان کی تصوف کے حوالے سے خدمات کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان فرمایا۔انہوں نے فرمایا کہ بانی سلسلہؒ نے تصوف کو عجمی رنگ سے پاک کرتے ہوئے ہر قسم کے اعتراض سے مبرا فرمادیا اور تصوف کے مقصد و مدعا کو بھی واضح فرمایا۔فی زمانہ تصوف میں پیر پرستی، قبر پرستی اور خصوصاً شخصیت پرستی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اللہ کے ساتھ سب سے بڑھ کر تعلق و پیار جو اسلام کی بنیادی تعلیم ہے، ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ ہاشمی صاحب نے فرمایا کہ بانی سلسلہؒ نے تصوف کو قرآن و سنت کے عین مطابق بناتے ہوئے اسے موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق سہل اور قابل عمل بنانے کا عظیم کام سرانجام دیا۔

عبدالقیوم ہاشمی صاحب کے بعد ملتان کے خادم حلقہ جناب محمد فیصل خان صاحب نے قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی سلسلہ کے لیے خدمات کو مختصراً بیان کیا۔انہوں نے کہا کے قبلہ ڈار صاحبؒ نے 1991 میں سلسلہ کی باگ ڈور سنبھالی تو تمام ملک میں بکھرے ہوئے توحیدی بھائیوں کو پھر ایک لڑی میں پرو کر باہم مربوط و مضبوط بنا دیا۔آپ کی انتھک کاوشوں سے بانی سلسلہ کی یہ معاشرتی اصلاح کی تحریک پورے جوش سے آگے بڑھنے لگی۔

توحیدی بھائیوں کے لیے ایک مرکز کا قیام آپؒ کی ہی لگن، ہمت اور شبانہ روز محنت کا ثمر ہے۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی ترویج اور اس تحریک کو طول و عرض تک پھیلانے کے لیے آپؒ نے مجلّہ ''فلاح آدمیت'' شروع فرمایا۔اس مجلّے کے لیے آپ تسلسل کے ساتھ مضامین تحریر فرماتے رہے

''یہ مجلّہ بانی سلسلہ قبلہ انصاری صاحبؒ کا خواب تھا''جس کی تعبیر قبلہ ڈار صاحب کے ہاتھوں ہوئی۔

اظہارِ خیال کا سلسلہ چلتا رہا اور سب سے آخر میں شیخ سلسلہ قبلہ محمد یعقوب توحیدی نے توحیدی بھائیوں سے خطاب فرماتے ہوئے اپنے محسنین کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کی تعلیمات اور زندگیوں سے سبق سیکھنے اور اپنی زندگیوں کو ان کی دی ہوئی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی تاکید فرمائی (باباجان کی اس موقع پر کی گئی گفتگو نوائے عارف کے عنوان سے اس شمارے میں قارئین کے لیے پیش کی گئی ہے)

اس کے بعد شجاع آباد کے بزرگ بھائی جناب عابد کبیر شاہ صاحب نے ختم شریف پڑھا اور قبلہ باباجان محمد یعقوب توحیدی نے دعا فرمائی۔

اس کے بعد توحیدی بھائیوں کو ظہرانہ پیش کیا گیا اور بھائی نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد اپنے دلوں میں نورانیت کو سموئے واپس تشریف لے گئے۔

دعائے مغفرت

پسرور کے سینئر پیر بھائی صادق ڈوگر صاحب

گوجرانوالہ سے بشیر بٹ صاحب کی ہمشیرہ اور اُن کے چچا

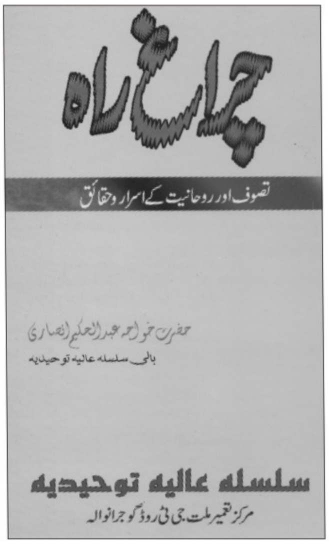
ملتان سے خالد محمود بخاری صاحب کے کزن سید مختیار مسعود بخاری

گکھڑ سے خادم حلقہ وحید احمد صاحب کے ماموں

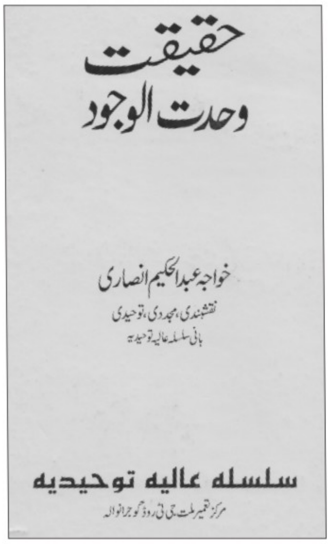
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

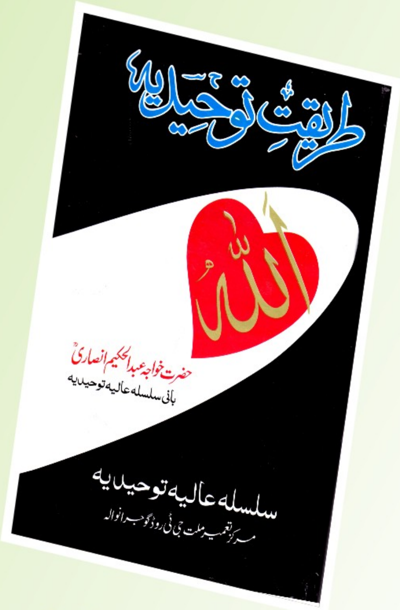


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com